

حقیقت عیسیٰ علیہ السلام

امت محمد کا عیسیٰ ابن مریم

یہودی علماء نے موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین اسلام کی حالت بلکل مسخ کر دی یعنی دین اسلام کو یہودیت کا نام دیکر ایسے ہی بگاڑ دیا جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل اسلام کو بگاڑ دیا گیا تھا۔ اسلام کے نام پر بت پرستی و شرک عام ہو چکا تھا خالص اسلام کو جاننا نہایت مشکل ہو چکا تھا بلکل یہی حال یہود علماء نے دین اسلام کا کیا تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے اسی دین کو دوبارہ ظاہر کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت نے یہودی علماء کی بنیادیں اکھاڑ کر رکھ دیں ان کا پردہ چاک کر دیا کہ انہوں نے علماء کے لبادے میں دین اسلام کی حالت کیا کر دی ہوئی تھی یہی وہ اصل وجہ تھی جس وجہ سے یہودی علماء نے عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ان کے قتل کے فتاویٰ جاری کیے اور ہاتھ دھو کر عیسیٰ علیہ السلام کی جان کے پیچھے پڑ گئے۔ بلکل اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد جب دین اسلام کی حالت کو اسی طرح بگاڑ دیا جائے گا تو جو کردار موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے ادا کیا وہی کردار محمد رسول اللہ ﷺ کی امت سے ایک شخص ادا کرے گا جو خالص دین اسلام کو دنیا پر واضح کر کے نہ صرف دجال کا باب لد کیساتھ یعنی علم کی بنیاد پر دجال کی حقیقت کو دنیا کے سامنے کھول کر رکھ دے گا بلکہ امت محمد میں علماء کے نام پر بھیڑیوں کی بنیادیں اکھاڑ کر رکھ دے ان کے پردے چاک کر دے گا۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں جو من گھڑت عقائد و نظریات آج پوری دنیا میں پروان چڑھے ہوئے ہیں یعنی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا اور قیامت سے قبل انہیں دوبارہ دنیا میں بھیجیں گے۔ اس کی بنیاد کچھ روایات کو بنایا جاتا ہے اور پھر اس عقیدے کو سچ ثابت کرنے کے لیے قرآن کی آیات کو اپنے مقاصد کو پورا کرنے کی غرض سے توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے جن آیات کو پیش کیا جاتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

ان آیات میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے جو بھی بیان کیا ہے اسے اس وقت تک سمجھنا ممکن ہے جب تک کہ ان آیات کے پس منظر میں پیچھے والی آیات کو سامنے نہ کھا جائے۔ ان شاء اللہ ہم اس پورے واقعے کو بیان کرنے والی آیات کو ترتیب کے ساتھ سامنے رکھتے ہوئے سمجھیں گے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے ان آیات کو کس پس منظر میں بیان کیا ہے تاکہ ہم پر اصل حقیقت ہم پر واضح ہو سکے۔

دوسری بات جو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے وہ یہ کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن کو سات حروف پر نازل کیا جس وجہ سے محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کو قرآن کی سات قراتیں سیکھائیں۔ مثلاً جیسے الف پر زبر آئے تو ایک حرف بنے گا ا جو ایک قرات کہلائے گی۔ اب الف پر زبر کی بجائے اس کے نیچے زیر پڑا لی جائے تو دوسرا حرف اور دوسری قرات بن جائے گی اسی طرح پیش کیساتھ یہاں تک کہ شد، مد وغیرہ کے ساتھ قرآن کا ہر حرف سات حروف میں تقسیم ہو کر قرآن کی سات قراتیں بن جائیں گی۔ آج قرآن کو جس قرات سے پڑھا جاتا ہے وہ قرآن کی صرف ایک قرات ہے جسے خلفائے راشدین کے بعد باقاعدہ حکمت عملی کیساتھ قرآن کو محدود کرنے اور ایمان لانے والوں کو قرآن سے دور کرنے کے لیے ایسا کیا گیا۔ اور ایسا کرنے کے بعد سے ہی امت کا زوال شروع ہوا جو آج تک جاری ہے یہاں تک کہ آج کسی کو نہ توحید کا علم ہے نہ صلاۃ کا، نہ زکاۃ کا نہ صوم کا اور نہ ہی حج کا۔ آج کسی کو لا الہ الا اللہ کا ہی علم نہیں۔ شاید ہی کچھ ایمان والے ایسے ہوں جو خالص دین اسلام سے واقف ہوں۔ اس لیے ہم اس واقع کے آخر میں اس کے علاوہ باقی قرات پر بھی غور کریں گے۔

یہاں یہ آیت-----

اور نہیں اسے قتل کر سکے اور نہیں اس کو صلیب دے سکے۔

یہود کا مقصد تھا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنا اور قتل کرنے کا جو ذریعہ انہوں نے اختیار کیا وہ صلیب تھی۔ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے یعنی کہ جس طریقے سے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی کوشش کی اس میں وہ ناکام ہو گئے اس کے باوجود کہ وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور قتل کرنے کا جو ذریعہ انہوں نے اختیار کیا وہ مصلوب کرنا تھا۔

اسے مزید وضاحت سے سمجھ لیجئے۔

مثال کے طور پر اگر آپ یہ کہیں کہ آپ نے کسی کو قتل کر دیا تو ایسا کب کہیں گے؟

ظاہر ہے یقیناً تب ہی کہیں گے جب کہ آپ نے اپنی طرف سے کسی کو یقینی طور پر قتل کیا ہوگا۔ مثلاً آپ نے کسی کو سامنے کھڑا کر کے بندوق سے گولیاں ماریں اور آپ کو یقین ہو گیا کہ وہ شخص مر گیا ہے یعنی اس کی موت واقع ہو گئی۔ آپ نے اپنی

طرف سے تو قتل کر دیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ انسان اس وقت محسوس تو ایسا ہی ہوا کہ قتل ہو گیا ہے لیکن بعد میں وہ ہوش میں آجائے اور بالکل ٹھیک ہو جائے تو کیا یہ کہا جائے گا کہ آپ نے اسے قتل کیا ہی نہیں؟

نہیں بلکہ آپ نے تو اپنی طرف سے قتل کر دیا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے اور بعد میں جب کسی کو حقیقت بتائی جائے گی تو یہ کہا جائے گا کہ آپ نے اسے قتل نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ آپ نے اسے قتل کرنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ آپ نے تو اپنی طرف سے قتل کر دیا لیکن وہ قتل نہ ہو سکا آپ کے ہاتھوں۔ اس لیے یوں کہا جائے گا کہ آپ اسے قتل نہ کر سکے۔

بلکل اسی طرح اگر کسی کو مصلوب کیا جائے اور بعد میں وہ شخص بچ جائے تو یہی کہا جائے گا کہ آپ اسے مصلوب نہیں کر پائے۔ مصلوب کے معنی ہوتے ہیں کسی کا صلیب پر قتل کیا جانا۔ آپ اپنی طرف سے تو کسی کو مصلوب کرتے ہیں یعنی صلیب پر قتل کرتے ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس نکلتی ہے کہ وہ انسان صلیب پر کچھ وقت بعد ایسی حالت میں چلا جاتا ہے گویا کہ وہ قتل ہو چکا ہے اس کے بعد اس کی لاش ورثا کے حوالے کر دی جائے لیکن حقیقت یہ نکلے کہ اس انسان کی موت واقع نہ ہو اور بعد میں وہ ہوش میں آجائے اور تندرست ہو جائے تو اسے یہ کہا جائے گا کہ آپ اسے مصلوب نہیں کر سکے لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوگا کہ آپ نے اسے مصلوب کرنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ آپ نے اپنی طرف سے تو پورے یقین کیساتھ اسے مصلوب کیا۔ اسے صلیب پر چڑھایا اور صلیب پر اس کی موت واقع ہو گئی لیکن حقیقت میں صلیب پر اس کی موت واقع نہ ہوئی۔

قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ جب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ”وما قتلوه وما صلبوه“ تو اکثریت اس سے مراد ان کا قتل نہ کر پانا اور صلیب نہ دیا جانا یعنی دوا لگ لگ واقعات لیتے ہیں۔ لیکن حقیقت کیا ہے جب ہم تاریخ میں نظر دوڑائیں تو ہمیں کہیں سے بھی یہ نہیں ملے گا کہ یہودیوں نے یا ان کے علاوہ کسی اور نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے علاوہ اور طریقے سے بھی قتل کرنے کی کوشش کی۔ بلکل اس کے برعکس صرف اور صرف ایک ہی بات ہے وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا گیا یعنی وہ صلیب پر قتل ہوئے۔ یہ ایک ہی واقعہ ہے۔

اور قرآن بھی صرف ایک ہی واقعے کی بات کر رہا ہے۔ قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ ہرگز یہ نہیں کہہ رہے کہ یہودیوں کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ انہوں نے صلیب کے علاوہ بھی قتل کیا بلکہ یہودیوں کا تو صرف ایک ہی دعویٰ تھا وہ یہ کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کیا یعنی صلیب کے ذریعے ان کا قتل کیا اور اسی کی قرآن تردید کر رہا ہے۔

اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن کو الحکیم کہا ہے۔ قرآن کی سب سے پہلی آیت کی باقی سارا قرآن وضاحت ہے۔ اسی طرح پہلی سورت کی وضاحت باقی سارا قرآن ہے۔ اسی طرح جب آیت کا کوئی ایک لفظ یا ایک حصہ بیان ہوتا ہے تو اس سے اگلا لفظ یا

اگلا حصہ پیچھے والے کی وضاحت کرتا ہے۔ جب ہم قرآن میں اللہ کی اس سنت کو سامنے نہیں رکھیں گے تو لامحالہ مشکلات کا شکار ہوں گے۔ قرآن کی اسی حکمت کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے ہم قرآن سے دعوئی ثابت کر بیٹھتے ہیں ایک یہ کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا اور دوسرا انہیں مصلوب کرنے کا دعویٰ کیا۔

اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ قرآن یہ دو الگ الگ دعوے کر رہا ہے یعنی کہ یہ دو مختلف واقعات ہیں۔ کہ یہودیوں کہ یہ دو دعوے ہیں۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن یہ کہہ رہا ہے کہ وہ اسے قتل نہیں کر پائے یعنی ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ جب اسے تسلیم کر لیا جائے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا اور قرآن یہ کہتا ہے کہ ان کا یہ قول ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ پہلے ہی قتل کر چکے تو مصلوب کرنے کی کب اور کیوں ضرورت پیش آئی؟ اور اگر قتل کا دعویٰ دوسرا تسلیم کر لیا جائے اور مصلوب کا دعویٰ پہلا تو پھر بھی یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اپنی طرف سے مصلوب کر چکے یعنی صلیب پر قتل کر چکے تو پھر ایک مقتول شخص جس کا دنیا سے وجود ختم ہو جاتا ہے اسے دوبارہ قتل کرنے کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ان کے علاوہ بھی مزید بہت سے سوالات پیدا ہوتے ہیں لیکن یہ دو سوال ہی ایسے ہیں کہ ان کی موجودگی میں مزید کسی سوال کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ اس لیے ہم اب دیکھتے ہیں کہ کیا وجہ بنی ایسے سوالات کے پیدا ہونے کی۔ اور وجہ وہی بنی جو پیچھے بیان کیا جا چکا ہے کہ ہم قرآن کی حکمت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے نظریات و عقائد کی روشنی میں قرآن کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ سمجھنے کی بھی بجائے ہم قرآن کو اپنے نظریات کے مطابق ڈھال کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

قرآن کی اس آیت کو جس طرح پڑھا جاتا ہے یعنی اس کے جو معنی لیے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ

اور نہیں قتل کیا انہوں نے اس کو اور نہیں مصلوب کیا انہوں نے اس کو یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو۔

یعنی دونوں ”مَا“ کو نہیں میں لیا جاتا ہے۔ عربی میں ”مَا“ کے دو معنی ہیں ایک معنی ”جو“ اور دوسرے معنی

”نہیں“ کے ہیں۔ اس لیے ”مَا“ کو عربی میں موصولہ اور نہیہ کہا جاتا ہے۔ مَا موصولہ اور مَا نہیہ۔

اس آیت میں دونوں مَآ کو نہیہ کے معنوں میں لیے جاتا ہے۔ جو کہ کچھ سوالات کھڑے کر دیتا ہے۔ مثلاً سب سے پہلا

سوال جو لا جواب کر دیتا ہے وہی جس کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ کہ جب دونوں مَآ کو نہیہ کے معنی میں لیا جائے گا تو قرآن سے یہود کے دعوے ثابت ہوتے ہیں۔

پہلا۔ وَمَا قَتَلُوهُ۔ اور اسے نہیں قتل کیا۔ یعنی کہ یہود کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا اور قرآن اس کی نفی کر رہا ہے۔

دوسرا۔ وَمَا صَلَبُوهُ۔ اور نہیں مصلوب کیا اسے۔ یعنی یہود کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو مصلوب کیا۔

قرآن کی اس آیت میں دونوں ”مَآ“ کو نہیہ کے معنوں میں لینے سے پہلا دعویٰ کہ یہود نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا اور دوسرے میں مصلوب کرنے کا۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اگر قرآن کے مطابق انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا تو پھر یہود دوسرا دعویٰ کس طرح کر سکتے ہیں کہ انہوں نے قتل کرنے کے بعد مصلوب یعنی صلیب پر بھی قتل کیا؟

مثلاً آپ یہ دعویٰ کریں کہ آپ نے فلاں شخص کو قتل کر دیا تو کیا آپ اس کے بعد دوسرا دعویٰ کریں گے کہ آپ نے اسے دوسری بار قتل کر دیا؟

یقیناً نہیں۔ کیونکہ ظاہر ہے جب آپ نے کسی کو اپنی طرف سے یقینی طور پر قتل کر دیا تو پھر دوسری بار قتل کرنے کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟ ہاں البتہ ایک صورت ہو سکتی ہے کہ آپ کو پتہ چل جائے کہ آپ اپنے پہلے دعوے میں غلط ہیں کہ وہ شخص زندہ ہے تو آپ اسے دوسری بار قتل کرنے کا دعویٰ کر سکتے ہیں لیکن تب بھی آپ کا ایک ہی دعویٰ ہوگا جو دوسری بار آپ نے اسے قتل کیا۔ نہ کہ آپ کے دو دعوے ہوں گے۔

ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ قرآن کی اس آیت کا پس منظر کیا ہے؟ اور وہ پس منظر یہود کی طرف سے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنے کا دعویٰ ہے اس لیے ہم سب سے پہلے یہ جانیں گے کہ یہود نے کیا دعویٰ کیا؟ ایک دعویٰ کیا یا دو دعوے کیے؟ اسی ہنس منظر کی

روشنی میں ہم پر واضح ہوگا کہ آیا دونوں ”مَآ“ نہیہ ہیں یا موصولہ۔

جب ہم انجیل جو کہ آج تحریف شدہ موجود ہے جسے نیا عہد نامہ یا بائبل کہا جاتا ہے میں دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہود نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا ہے لیکن وہ قتل بذریعہ صلیب یعنی مصلوب کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہمیں کوئی دوسرا دعویٰ یا کوئی دوسری بات نہیں ملے گی۔

یہود کا ایک ہی دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو مصلوب کیا یعنی بذریعہ صلیب قتل کیا۔ اور قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کی تردید کی ہے۔

وَمَا قَتَلُوهُ۔ اور نہیں قتل کر سکے اس کو۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہود کے اس دعوے کی یہ کہہ کر تردید کی کہ یہود عیسیٰ ابن مریم کو قتل نہیں کر سکے۔ اور آگے قرآن یہ واضح کرتا ہے کہ ان کو جو دعویٰ ہے کہ انہوں نے کس طرح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا۔ ان کا دعویٰ ہے۔ وَمَا صَلَبُوهُ۔ اور جو انہوں نے اسے مصلوب کیا یعنی صلیب پر قتل کیا۔

یہود کے دعوے کو سامنے رکھتے ہوئے اس پس منظر میں بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایک ”مَا“ نہیہ ہے اور دوسرا ”مَا“ موصولہ ہے۔

اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہوتا ہے کہ کون سے ”مَا“ کو نہیہ اور کون سے کو موصولہ لیا جائے۔ تو اس کا جواب بھی بہت آسان ہے اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن کو احکیم کہا ہے۔ دونوں میں سے جس کو بھی موصولہ لیں یا نہیہ لیں آیت کے معنی میں رائی برابر بھی فرق نہیں پڑے گا بالکل ایسے ہی جیسے لفظ ”تبت“ کو جدھر سے بھی پڑھیں اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو گی۔ شروع سے پڑھیں تب بھی تبت اور آخر سے شروع کی طرف پڑھیں تب بھی تبت۔ بالکل اسی طرح ہم قرآن کی اس آیت کو دونوں طرح سے پڑھ کر دیکھ لیتے ہیں۔ ”مَا“ میں موصولہ کے معنی نہیہ پر غالب ہیں اس لیے ہم پہلے نہیہ کے بجائے موصولہ لیں گے۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ

اور جو قتل کیا اس کو اور نہیں مصلوب کر سکے یعنی صلیب پر قتل کر سکے اس کو۔

یہود کا ایک ہی دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو مصلوب کیا یعنی بذریعہ صلیب قتل کیا۔ تو قرآن ان کے اس دعوے کا

جواب یوں دیتا ہے کہ وَمَا قَتَلُوهُ اور جو ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے اسے قتل کیا۔ وَمَا صَلَبُوهُ اور نہیں وہ اسے

بذریعہ صلیب قتل کر سکے۔

اب ہم پہلے ماکونہیہ اور دوسرے کو موصولہ لیکر دیکھتے ہیں۔

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ

اور نہیں قتل کر سکے اسے اور جو انہوں نے بذریعہ صلیب قتل کیا۔

یعنی اللہ سبحان و تعالیٰ نے پہلے حصے میں ان کے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل کرنے کے دعوے کی تردید کر دی اور دوسرے حصے میں یہ واضح کر دیا کہ ان کا جو دعویٰ ہے کہ انہوں نے مصلوب کیا یعنی بذریعہ صلیب قتل کیا۔

جس طرح بھی پڑھیں گے ایک ہی معنی آئے گا۔ کسی بھی قسم کا کوئی فرق نہیں پڑھے گا اور اس کے علاوہ اگر ہم اپنے نظریات کو ثابت کرنے کے لیے خود ساختہ معنی اخذ کریں گے تو لاتعداد اور لا جواب سوالات کا دروازہ کھل جائے گا۔

اور پھر قرآن کی یہی آیت بذات خود اس کی تصدیق کرتی ہے کہ دونوں میں ایک ”مَا“ نہیہ اور دوسرا موصولہ ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ اسی آیت کے آخر میں کہتے ہیں۔

مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا

اور نہیں ان کو ساتھ اس کے علم سے مگر یہ اتباع کرتے ہیں ظن کی اور نہیں قتل کر سکے اور یقیناً۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے یقیناً کا لفظ صرف وَمَا قَتَلُوهُ کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ جس سے یہ نہ صرف

واضح ہو گیا بلکہ ثابت ہو گیا کہ دونوں میں صرف ایک ہی ”مَا“ نہیہ ہے اور قرآن نے صرف ایک ہی دعوے کی تردید کی

ہے جو کہ یہود کا دعویٰ تھا۔ اور اس سے پہلے اللہ سبحان و تعالیٰ نے وَمَا صَلَبُوهُ کا يَقِينًا کیساتھ ذکر نہ کرنے کی

وضاحت إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ کہہ کر کر دی۔

ظن کہتے ہیں جو سنا، دیکھا یا پڑھا جائے لیکن اس کے بارے میں راسخ علم نہ ہو۔ جیسے ہم سورج کو اپنی آنکھوں کے سامنے

سفر کرتا ہوا دیکھتے ہیں لیکن یہ علم نہیں ہے بلکہ یہ ظن کہلائے گا کہ سورج سفر کر رہا ہے زمین کے گرد آتا جاتا ہے۔ علم یہ ہے کہ سورج نہیں بلکہ زمین اپنے ہی محور پر گھوم رہی ہے جس کی وجہ سے سورج سفر کرتا دیکھائی دیتا ہے۔

تو یہود جب قتل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تو ظاہر ہے وہ پاگل تو نہیں ضرور انہوں نے اپنی طرف سے قتل کیا اور قتل ہوتا دیکھا۔ اور آج یہود ہوں یا نصاریٰ ہوں یا جو کوئی بھی ہوں جو یہ کہتا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم قتل ہو چکے وہ اسی بنیاد پر کہتا ہے کہ انہوں نے ایسا پڑھا ہے یا ایسا سنا ہے۔ یا جب یہ واقعہ پیش آیا تب جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا وہ اپنے دیکھنے کی بنیاد پر ایسا دعویٰ

کرتے تھے اور یہود نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا وہی انہوں نے دعویٰ کیا۔ اس لیے اللہ سبحان و تعالیٰ نے وَمَا

صَلْبُوهُ يَقِينًا کی بجائے اس سے پہلے **إِلَّا اتَّبَاعَ الظَّنِّ** کا ذکر کیا۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ

ابن مریم علیہ السلام کو قتل کرنے کی غرض سے صلیب پر چڑھایا گیا اور یہود نے سمجھا کہ عیسیٰ ابن مریم مصلوب ہو گئے یعنی صلیب پر ان کا قتل ہو گیا۔ لیکن قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس کی تردید کر دی کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے یعنی ان کی موت صلیب پر نہیں ہوئی، بذریعہ صلیب ان کا قتل نہیں ہوا۔ اور قرآن نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو صلیب پر نہیں چڑھایا گیا بلکہ قرآن نے یہ کہا ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے یعنی ان کی موت صلیب پر نہیں ہوئی۔

اس کے باوجود ہم اس آیت کو اس طرح بھی دیکھ لیتے ہیں جس طرح معنی لیے جاتے ہیں یعنی دونوں ”مَا“ کے معنی نہیں میں لیے جاتے ہیں ہم دونوں کے معنی نہیں میں بھی لیکر دیکھ لیتے ہیں۔ اور آگے ہم دونوں کے معنی نہیں میں لیے ہوئے بڑھتے ہیں تاکہ ہر لحاظ سے بات واضح ہو کر اتمام حجت ہو جائے۔

یہاں اس آیت کا پچھلا حصہ جس میں قولہم ہے۔۔۔۔۔۔ قرآن کہتا ہے کہ یہود کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا لیکن اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں اس کا جواب یوں دیا ”وما قتلوه“ اور وہ اسے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کو جو قتل کرنے کا دعویٰ کیا تو طریقہ قتل کیا تھا؟ کیا چھریاں مار کر قتل کیا؟ سر قلم کر کے قتل کیا؟ پھانسی دے کر قتل کیا یا پھر اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ ہے اور وہ کون سا طریقہ ہے جو یہود دعویٰ کرتے ہیں؟

اور قرآن اس کے جواب میں کہتا ہے کہ یہود کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر یعنی بذریعہ صلیب قتل کیا اور ساتھ ہی قرآن ان کے اس دعویٰ کی نفی کر دیتا ہے کہ ”وما صلبوه“ اور یہ بذریعہ صلیب عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے۔ مطلب یہ کہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر قتل کیا تو یہ اپنے دعوے میں بالکل غلط ہیں کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر قتل کیا۔ وہ صلیب پر قتل نہیں ہوئے۔ ”صلبو“ صلیب پر موت ہونا۔ ”ما صلبوه“ صلیب پر موت نہ ہونا۔

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ بالکل واضح کہہ رہے ہیں کہ بے شک انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا قتل کی غرض سے لیکن وہ صلیب پر قتل نہیں ہوئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے یعنی صلیب پر قتل نہیں ہوئے تو پھر حقیقت کیا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انہیں صلیب پر قتل ہونے سے بچایا کیسے اور کیوں اس میں کیا حکمت تھی؟ اور یہ سارا ماجرا ہے کیا اور یہود نے ایسا دعویٰ کیسے کیا؟ پھر نہ صرف یہود نے یہ دعویٰ کیا بلکہ آج پوری عیسائی دنیا اسے تسلیم کرتی ہے۔ تو آخر ایسا کیوں ہے؟ ہم ان تمام سوالات کے جوابات قرآن سے حاصل کریں گے۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ. النساء ۱۵۷

اور ان کا کہنا ہے یعنی یہود کا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو۔ اس آیت میں غور کریں تو ایک بہت بڑا سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ قرآن کہہ رہا ہے کہ ان کا کہنا ہے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ کو قتل کیا۔ آیت میں ان الفاظ کا استعمال بہت ہی معنی خیز ہے اور جب تک ہم ان الفاظ میں غور نہیں کریں گے تب تک ہم پر حقیقت واضح نہیں ہوگی۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہود عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو مسیح اور اللہ کا رسول تسلیم کر لیتے تو وہ انہیں قتل ہی کیوں کرنے کی کوشش کرتے۔ یہود نے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو وہ مسیح تسلیم ہی نہیں کیا تھا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہوا تھا اور نہ ہی یہود نے عیسیٰ ابن مریم کو اللہ کا رسول تسلیم کیا۔ تو پھر آیت میں یہ الفاظ کیوں ہیں کہ ان کا قول ہے کہ اس میں کچھ شک نہیں قتل کیا ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو؟

الْمَسِيحَ. اللہ سبحان و تعالیٰ کا مختلف انبیاء کے ذریعے یہود سے وعدہ تھا کہ ان کے لیے اللہ سبحان و تعالیٰ ایک مسیح بھیجیں گے جو بنی اسرائیل کو ذلت سے نکالے گا اور انہیں پوری دنیا سے ایک جگہ جمع کر کے دنیا میں دوبارہ عزت کا مقام دلوائے گا۔ اس کا ذکر تورات کی کتاب----- میں اس طرح ہے----- یہاں تورات کی آیات حوالے کیساتھ۔

الیاس علیہ السلام کو بنی اسرائیل ایلہاء کے نام سے پکارتے تھے۔ آگے تفصیل کیساتھ-----

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ. عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے۔

قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جسے قتل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ وہی ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا یعنی عیسیٰ ابن مریم ہی وہی مسیح ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا اور عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے۔

اس آیت میں رسول اللہ کے الفاظ بہت ہی معنی خیز ہیں جو اس واقعے کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

یہود کا یہ کہنا نہیں تھا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کیا بلکہ ان کا تو دعویٰ یہ تھا کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا جو کہ وہ مسیح نہیں جس کا ہم سے اللہ نے وعدہ کیا ہوا ہے یہ جھوٹا ہے یہ خود کو اللہ کا رسول کہتا ہے حالانکہ یہ جھوٹا ہے یہ اللہ کا رسول نہیں ہے۔ لیکن اللہ سبحان و تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ جس کو قتل کرنے کا یہ دعویٰ کر رہے ہیں وہ وہی عیسیٰ ابن مریم مسیح اور اللہ کا رسول تھا جس کا ان سے وعدہ کیا ہوا تھا۔ اور یہ ایک رسول کو قتل کرنے کا دعویٰ کر رہے ہیں۔

رسول اللہ سبحان و تعالیٰ جب بھیجتے ہیں تو جب تک رسول کو بھیجا جانے کا مقصد پورا نہ ہو جائے تب تک رسول نہ ہی وفات پاتا ہے نہ ہی قتل ہو سکتا ہے۔ یعنی جب تک رسول، اللہ کے نبی کی لائی ہوئی خبر کو ان تک پہنچا نہیں دیتا جن کی طرف بھیجا جائے تب تک رسول نہ ہی قتل ہو سکتا ہے نہ ہی وفات پا سکتا ہے البتہ اگر وہ قید کر دیا جائے یا اس نوعیت کی کسی اور تکلیف کا اسے سامنا کرنا پڑے تو یہ منصب رسالت کا ہی ایک حصہ ہوتا ہے یا اس میں اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے حکمت ہوتی ہے۔ جب رسول جن کی طرف بھیجا گیا ہو پیغام پہنچا چکے جس کے بعد یا تو لوگ ہدایت پا جائیں یا ان پر جنت پوری ہو جائے اس کے بعد ہی رسول کی وفات ہو سکتی ہے خواہ اس کا ذریعہ قتل یا کچھ اور بنے۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ. النساء ۱۵۷

اور ان کا کہنا ہے یعنی یہود کا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو۔

یعنی اگر تو عیسیٰ مسیح اور اللہ کا رسول نہ ہوتا تو یہ لوگ ضرور اسے قتل کر چکے ہوتے، وہ قتل ہو چکا ہوتا یا پھر اگر تو وہ رسول تھا جو کہ قرآن خود اس کی گواہی دے رہا ہے اور اس میں کچھ شک نہیں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے تو پھر اگر وہ رسالت کا حق ادا کر چکے تھے یعنی جن کی طرف انہیں بھیجا گیا تھا اگر تو وہ ان تک پیغام پہنچا چکے تھے تو پھر یہ اپنے قول میں سچے ہیں لیکن اگر ایسا نہیں یعنی وہ جن کی طرف رسل کیے گئے اگر ان تک پیغام نہیں پہنچا سکے ابھی تو یہ اپنے دعوے میں بالکل غلط ہیں۔ کیونکہ اللہ کے قانون میں ایسا ہے ہی نہیں کہ کوئی بھی رسول مقصد رسالت کے پورا ہونے سے پہلے قتل ہو جائے یا وفات پا جائے۔ ایسا ناممکن ہے۔

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کن کی طرف بھیجے گئے اور جس قوم کی طرف بھیجے گئے کیا ان تک اللہ کا پیغام پہنچا چکے تھے؟

اس سوال کا جواب اس قوم سے بہتر کسی کے پاس نہیں ہو سکتا جن کی طرف عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بھیجے گئے۔ ہم یہ سوال قرآن پر پیش کرتے ہیں کہ وہ کون سی قوم یا لوگ تھے جن کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا گیا۔

وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَءِيلَ . آل عمران ۴۹

اور رسول تھا یعنی بھیجا گیا تھا بنی اسرائیل کی طرف۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس آیت میں کھول کر صراحت کیساتھ بیان کرتے ہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اور یہی بذات خود عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اپنی زبان سے بنی اسرائیل کو کہا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِي إِسْرَءِيلَ إِنَّنِي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا

لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ . الصف ۶

اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اے بنی اسرائیل یعنی اے یعقوب علیہ السلام کی اولاد اس میں کچھ شک نہیں میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف، تصدیق کرتا ہوں اس کی جو درمیان میرے ہاتھ کے ہے تورات سے اور بشارت دیتا ہوں ساتھ رسول کے جو آئے گا میرے بعد اس کا اسم احمد ہوگا۔ پس جب آگیا انہیں بینات کیساتھ کہنے لگے یہ تو کھلم کھلا جادو

ہے۔

ان آیات سے ہمیں بالکل واضح دو ٹوک جواب مل گیا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا اور انہیں مسیح اور اللہ کا رسول ماننے سے انکار کرتے ہوئے صلیب پر قتل کرنے کی کوشش کی وہ یہود تھے جو کہ بنی اسرائیل کا صرف ایک قبیلہ تھا۔ نہ کہ سب کے سب بنی اسرائیل۔

تو میرا اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے بنی اسرائیل کے ہر شخص سے سوال ہے کہ جب واقعہ صلیب پیش آیا تو کیا اس وقت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تمام بنی اسرائیل تک پیغام پہنچا چکے تھے؟

اگر تو وہ اس وقت ان تمام بارہ قبائل جو کہ تسلیم کیے جاتے ہیں ورنہ مجموعی تو تیرا ہیں تک پیغام پہنچا چکے تھے تو پھر اس میں کچھ شک نہیں کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی موت صلیب پر ہو چکی لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تو پھر جان لو اپنی ہی تورات کو کھولو، اپنی ہی انجیل کو کھولو، کھولو اپنے پرانے عہد نامے کو اور کھولو اپنے نئے عہد نامے کو بھی اور پوچھو اپنے علماء سے، پوچھو اپنے پادریوں سے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ کوئی رسول جن کی طرف بھیجا گیا ہو ان تک اللہ کا پیغام پہنچانے سے پہلے قتل ہو جائے یا اس کی وفات ہو جائے؟؟؟

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی طرف سے، محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اور اللہ کی طرف سے میرا پوری دینا سے یہ سوال ہے، یہود و نصاریٰ سے اور ان کے علماء سے سوال ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والوں سے سوال ہے، مسلمان کہلوانے والوں کے تمام کے تمام علماء سے سوال ہے، میرا تم سب کو اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے یہ چیلنج ہے کہ سب اپنے اپنے دعوے سچ ثابت کر کے دیکھاؤ۔

کیا کوئی اللہ کا رسول جس قوم کی طرف بھیجا جائے اس قوم تک پیغام پہنچانے سے قبل وفات پاسکتا ہے؟ قتل ہو سکتا ہے؟ غائب ہو سکتا ہے؟ کہیں بھی جاسکتا ہے؟

اے اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والو اور ان کے تمام کے تمام عالمو، لیڈرو، امیرو، اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے میرا تم سے یہ سوال ہے کہ کیا کوئی اللہ کا رسول ایسا ہے جو جس قوم کی طرف بھیجا گیا ہو اس قوم تک پیغام پہنچانے سے قبل اللہ کے قانون کے ہی خلاف آسمانوں پر اٹھالیا جائے؟

آؤ اپنا دعویٰ سچ ثابت کرو؟

آؤ جواب دو ورنہ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر بہتان تراشی چھوڑ دو؟

چاہے جیسا بھی تمہارا دعویٰ ہے اسے سچ ثابت کرو؟

اے تمام کے تمام فرقو، گروہو، تنظیمو، جماعتو جواب دو؟

اے مسلک، تنظیم، گروہ، جماعت وغیرہ کے نام پر فرقو آؤ اور جواب دو؟

اور اے نصاریٰ، عیسائیو؟ عیسائیوں کے تمام کے تمام فرقو تم بھی اس کا جواب دو کیونکہ تمہارے دین کی تو بنیاد ہی صلیب پر عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہونے پر کھڑی ہے۔ جواب دو ورنہ تمہاری تو جڑ ہی کٹ جائے گی، تمہارے دین کی بنیاد ہی جڑ سے نہ صرف اکھڑ جائے گی بلکہ سرے سے غائب ہو جائے گی۔ صدیوں سے تمہارے دجل کا آج اختتام ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

اگر تم یہ ثابت کرو دو کہ واقعہ صلیب پیش آنے تک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تمام کے تمام بارہ قبائل تک اللہ کی طرف سے دعوت پہنچا چکے تھے تو تمہارا دین دینِ حق اور جیسے ہی تم یہ ثابت کر دو گے میں یہ اعلان کرتا ہوں تمہاری من پسند شرائط کے مطابق عیسائیت اختیار کر لوں گا نہ صرف عیسائیت اختیار کر لوں گا بلکہ عیسائیت کے دینِ حق ہونے کا دعویٰ دار بن کر اعلانات کروں گا۔ اور اگر تم یہ ثابت نہ کر سکو اور یقیناً ہرگز ثابت نہ کر سکو گے تو کیوں اللہ کا کفر کر رہے ہو۔ بتاؤ یہ کیسے ممکن ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام رسالت کا حق ادا کرنے سے قبل ہی قتل ہو جائیں یا وفات پا جائیں یا بقول تمہارے تیسرے دن زندہ ہو کر آسمانوں پر چلے گئے۔ ایسا کیسے ممکن ہے؟

اگر ایسا ممکن ہے تو اس کا مطلب ہے نعوذ باللہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عاجز آ گیا؟ اور کل کو روزِ محشر بنی اسرائیل میں سے وہ جن تک تمہارے بقول پیغام پہنچانے سے قبل ہی عیسیٰ علیہ السلام قتل ہو گئے پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے جس کی وجہ سے ان تک آخری نبی محمد ﷺ کی بشارت نہ پہنچی وہ بشارت تو بعد کی بات ان تک خود عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام ہی نہ پہنچے جس کی وجہ سے وہ کفر و شرک کی حالت میں مر گئے تو کیا ان کے لیے اللہ کے ہاں یہ عذر نہیں ہوگا کہ اے اللہ تو تو اپنے ہی قول میں جھوٹا ہے نعوذ باللہ۔

کہ خود تو نے کہا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بنی اسرائیل کے طرف بھیجا لیکن وہ ہم تک تو پہنچ ہی نہ پائے نہ ان کا پیغام تو آج حساب کتاب کس شے کا۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ واضح کہہ رہے ہیں کہ رسول کے بعد انسانوں پر یعنی جن کی طرف بھیجا گیا ان پر حجت ہو جاتی ہے۔ تو جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تو کیا عیسیٰ علیہ السلام تمام بنی اسرائیل پر حجت ہوں گے آپ کے عقیدے و نظریے کے مطابق؟

اگر انہیں اٹھالیا گیا جب یہود نے مصلوب کرنے کی کوشش کی تو اس وقت تو عیسیٰ علیہ السلام بمشکل بنی اسرائیل کے صرف تین قبائل تک اللہ کا پیغام پہنچا سکے تھان کے علاوہ ابھی دس قبائل باقی تھے جو دنیا میں بکھرے پڑے تھے۔ اور جب اٹھالیے گئے تو ان تک تو اللہ کا پیغام پہنچا ہی نہیں ایسے تو اللہ سبحان و تعالیٰ روز محشر ان سے حساب کتاب ہی لینے کے حق دار نہیں ٹھہرتے اور نہ ہی جہنم میں ڈال سکتے ہیں؟

سو اے پوری دنیا کے تمام انسانوں تھوڑا سا غور کرو یہ تو تمہارے اقوال و اعمال سے اللہ پر صرف ایک بہتان ہے جب مزید غور کرو گے تو تمہیں اس کا ادراک ہوگا کہ تم دن رات اللہ سبحان و تعالیٰ پر کتنے عظیم بہتانات باندھ رہے ہو۔

ان بارہ اور مجموعی تیراہ قبائل میں سے یہودہ کا قبیلہ تھا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا ان کی تکذیب کی انہی نے اپنی طرف سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مصلوب کیا یعنی بذریعہ صلیب قتل کیا۔

قرآن کی آیات سے ہمیں بالکل واضح دو ٹوک جواب مل گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ لیکن جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کیا اور انہیں مسیح اور اللہ کا رسول ماننے سے انکار کرتے ہوئے صلیب پر قتل کرنے کی کوشش کی وہ یہود تھے جو کہ بنی اسرائیل کا صرف ایک قبیلہ تھا یا اس کے علاوہ دو قبائل کے کچھ لوگ۔ نہ کہ سب کے سب بنی اسرائیل۔

اسرائیل عبرانی کے دو الفاظ کا مجموعہ ہے۔ اسراء اور ایل۔ اسراء کے معنی قیدی غلام یعنی ایسا غلام جو قیدی کی طرح ہو جو ایک لمحہ بھی اپنی مرضی کے مطابق نہ گزارے یعنی جو ہر لمحہ اپنے مالک کی مرضی و حکم کی مطابق گزارے اور ایل یا ال عبرانی میں اللہ کو کہا جاتا ہے۔ اسرائیل کے معنی اللہ کا غلام بنتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام میں ایسی تمام خصوصیات و صفات پائی جاتی تھیں اس لیے یعقوب علیہ السلام کو اسرائیل کہا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ جب ہم پرانے عہد نامے کو دیکھیں تو اس میں الیاس علیہ السلام کے الفاظ یوں مذکور ہیں۔

یعقوب علیہ السلام پر اللہ کا کلام نازل ہوا تھا کہ تیرا نام اسرائیل ہوگا۔ (کتاب سلاطین اول، ۱۸:۳۱)
اور یوں یعقوب علیہ السلام کی نسل بنی اسرائیل کہلائی۔

یعقوب علیہ السلام کے بارے بیٹے تھے۔ جن کے نام درج ذیل ہیں۔

روبن، شمعون، لاوی، یہوداہ، یساکار، زبولون۔

یوسف، بنیامین۔

دان، نفتالی۔

جاد، آشیر۔

ہر بیٹے کی نسل سے ایک ایک قبیلہ وجود میں آیا یوں بنی اسرائیل بارہ قبائل میں تقسیم ہوئے لیکن یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں میں سے یوسف علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جو بعد میں دو قبائل میں تقسیم ہو گئے۔ یعنی یوسف علیہ السلام کی نسل دو قبیلوں میں تقسیم ہو گئی جس کی وجہ سے بنی اسرائیل مجموعی طور پر تیرہ قبائل میں تقسیم ہو گئے۔ لیکن پھر بعد میں قبیلہ لاوی جس میں سے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام تھے۔ اس قبیلہ کو باقاعدہ قبیلہ تسلیم نہیں کیا جاتا بلکہ اسے قبیلہ شمعون اور باقی قبائل میں ضم سمجھا جاتا ہے اس لیے اس کو الگ قبیلہ کے طور پر تسلیم نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے پیچھے پھر بارہ قبیلہ رہ جاتے ہیں۔ اس قبیلہ کو بطور قبیلہ تسلیم نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو زمین پر حکومت دی تو انہوں نے اس خطے کو مختلف قبائل میں تقسیم کر دیا۔ ان میں لاوی واحد قبیلہ ایسا تھا جسے باقاعدہ کوئی الگ خطہ نہیں ملا بلکہ وہ زیادہ تر قبیلہ شمعون کو ملنے والے خطے اور باقی قبائل کے خطوں میں بکھر کر پھیل گئے جس کی وجہ سے قبیلہ لاوی کو باقاعدہ بنی اسرائیل میں بطور الگ قبیلہ تسلیم نہیں کیا جاتا۔ یوں پیچھے بنی اسرائیل بارہ قبیلہ رہ جاتے ہیں۔

ان قبائل میں یہوداہ وہ واحد قبیلہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ پوری بنی اسرائیل میں زمین پر حکومت کا حق صرف اور صرف اسی ایک قبیلہ کو حاصل ہے جس کی وجہ تو رات میں مذکور یعقوب یعنی اسرائیل علیہ السلام کے ان الفاظ کو قرار دیا جاتا ہے۔

یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو دعا دیتے ہوئے یہوداہ کو جو دعا دی۔

اے یہوداہ! تیرے بھائی تیری مدح کریں گے، اور تیرا ہاتھ تیرے دشمنوں کی گردن پر ہوگا، اور تیرے باپ کی اولاد

تیرے آگے سرنگوں ہوگی۔ (تورات کتاب پیدائش، ۴۹:۸)

اے یہوداہ تو شیر ببر کا بچہ ہے، میرے بیٹے! تو شکار کر کے لوٹا ہے۔ وہ شیر ببر بلکہ شیرنی کی طرح دبک کر بیٹھ گیا، کون

اسے چھیڑنے کی جرأت کرے؟ (تورات کتاب پیدائش، ۴۹:۹)

جب تک شیلونہیں آجاتا اور تمام قومیں اس کی مطیع نہیں ہو جاتیں، تب تک یہوداہ کے ہاتھ سے نہ توبادشاہی جائے گی، نہ ہی اس کی نسل سے عصائے حکومت موقوف ہوگا۔ (تورات کتاب پیدائش، ۴۹:۸)

یہ وہ وجہ ہے جس وجہ سے قبیلہ یہود پوری بنی اسرائیل میں خود کو حکمرانی کا حق دار قرار دیتا ہے اور دینی معاملات کو بھی اپنی مرضی کے مطابق چلاتا رہا ہے۔ یہی وہ قبیلہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام کے خلاف بھی بات بات پر محاذ کھڑا کر دیتا۔ موسیٰ علیہ السلام قبیلہ لاوی میں سے تھے اسی وجہ سے قبیلہ یہوداہ نے جب خطہ شام کو بنی اسرائیل میں تقسیم کیا تو قبیلہ لاوی کو اس سے محروم کر دیا اور باقاعدہ حکمت عملی سے قبیلہ لاوی کو منتشر کیا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے جس خاندان کو نبوت کے لیے منتخب کیا وہ قبیلہ لاوی سے ہی تعلق رکھتے تھے جنہیں اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں آل عمران کہا ہے۔ جن میں موسیٰ و ہارون علیہ السلام بھی تھے۔ اور آل عمران سے ہی مریم علیہا السلام اور ان کے بیٹے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تھے۔

نصاری عیسیٰ ابن مریم کو یہوداہ قبیلے سے قرار دیتے ہیں جس کی وجہ یہ اپنی مقدس کتابوں پرانے اور نئے عہد نامے جنہیں تورات اور انجیل کے نام سے مشہور کر دیا گیا ہے میں درج شخصیات کے شجرہ نصب کو قرار دیتے ہیں۔ لیکن اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں بالکل واضح کر دیا کہ عیسیٰ ابن مریم آل عمران سے تھے اور آل عمران لاوی قبیلہ سے تھے۔

عیسیٰ علیہ السلام سے سات صدیاں پہلے بنی اسرائیل اپنے ہی کرتوتوں کے سبب اللہ کے عذاب کا شکار ہوئے۔ ان پر اللہ سبحان و تعالیٰ نے ایک ایسی قوم کو چڑھایا جس نے بنی اسرائیل کو دنیا میں ذلیل و رسوا کر دیا۔ ان کے خطوں کو فتح کر کے انہیں ان خطوں سے نکال دیا اور یوں یہ آس پاس کے علاقوں سمیت پوری دنیا میں منتشر ہو گئے۔ اور باقیوں کو قید کر کے اس سلطنت کے دار الخلافہ بابل موجودہ موصل عراق میں غلام بنالیا گیا۔ جن میں اکثریت قبیلہ لاوی اور قبیلہ یہوداہ اور قبیلہ بنامین کی تھی۔ اور انہی تین قبائل کے لوگ آس پاس کے علاقوں میں مقیم ہو گئے۔ لیکن باقی دس قبائل اس وقت جائے پناہ کی خاطر دنیا کے مشرق کی طرف ہجرت کر گئے اور تاریخ کے اوراق سے ان کی شناخت غائب ہو گئی۔ یعنی اس کے بعد دنیا میں کسی کو اس کا علم نہیں ہو سکا کہ یہ دس قبائل کہاں چلے گئے۔ صرف اتنا یقینی ہے کہ اس وقت یہاں سے صرف مشرقی علاقوں کی طرف آنا جانا آسان تھا باقاعدہ تجارتی رستے قائم تھے اس کے برعکس دنیا کے مغرب، شمال یا جنوب کی طرف جانا تقریباً ناممکن تھا اس لیے ان دس قبائل نے مشرق کی طرف ہجرت کی۔ آج بھی ان دس قبائل کو بنی اسرائیل کے گمشدہ قبائل کے نام سے جانا جاتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ صدیاں پہلے ایران کا سائرس نامی ایک بادشاہ ہوا جس نے بابل اور بنی اسرائیل کے خطوں کو فتح کیا اور ان تینوں قبائل کو دوبارہ ان کے خطوں میں واپس بھجوا دیا اور ایک مرتبہ پھر قبیلہ یہودہ کے لیے حکمرانی کا دروازہ کھل گیا۔ یوں ان کی حکومت قائم ہوئی جو عیسیٰ علیہ السلام کے آنے تک قائم تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے بھیجا تو اس کا مقصد یہی تھا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو دوبارہ اکٹھا کر دیں۔ کیوں کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے مختلف انبیاء کے ذریعے ان کو یہ خبر دی ہوئی تھی کہ ان کے لیے ایک مسیح بھیجا جائے گا جو ان کو دوبارہ اکٹھا کرے گا۔

لیکن جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس مسیح کو بھیجا تو قبیلہ یہودہ جو کہ اس وقت حکمران بھی تھا اور دین اسلام کو بہت بگاڑ چکا ہوا تھا۔ اور خود کو یہودہ کی وجہ سے یہود کہلاتے تھے۔ یعنی پوری انسانیت میں اللہ نے اسرائیل کو منتخب کیا اور بنی اسرائیل میں سے یہودہ کو اس لیے یہودہ کی اولاد یہودی ہی دنیا میں اللہ کے چہیتے ہیں۔

قبیلہ یہودہ کی اکثریت اور وہ لوگ جو حکومتی مراعات سے فیض یاب ہو رہے تھے نے عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کر دی۔ اس لیے کہ ان کی حکمرانی جا رہی تھی لیکن ان کے برعکس قبیلہ لاوی اور قبیلہ بنیامین کی اکثریت جو کہ غریب غرباء پر مشتمل تھی جو قبیلہ یہودہ کے غلام کی سی حیثیت رکھتے تھے وہ عیسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے معجزات کے سبب ایمان لے آئے۔ لیکن ایمان اس سطح کا نہیں تھا کہ وہ حکومت کے آگے کھڑے ہوں بلکہ اکثریت ایمان معجزات سے متاثر ہو کر لائی۔

جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد دن بدن بڑھنے لگی تو یہود نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اپنے لیے یعنی اپنی حکومت اور دین پر دسترس کی بقاء کا دشمن تصور کرنے لگے یہی وہ وجہ تھی جس وجہ سے یہودیوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر بہتان عظیم لگائے۔ اور انہیں اپنی طرف سے مصلوب کیا یعنی بذریعہ صلیب قتل کیا۔

صلیب پر قتل اسی کا کیا جاتا تھا جو فساد فی الارض کا مرتکب قرار پاتا تھا۔ جیسے شرعی حکومت کے خلاف خروج کرنا، دین میں ردو بدل کرنا یا غداری وغیرہ۔ اور ایسا شخص لعین یعنی لعنت کا حقدار سمجھا جاتا تھا۔ یہ تمام الزامات عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر لگائے گئے۔ انہیں مسیح اور اللہ کا رسول تسلیم نہ کیا گیا بلکہ الٹا ان کو اللہ کا دشمن قرار دیا گیا اس کے علاوہ ان پر زنا کی پیداوار کا الزام بھی لگایا۔ اسی کا اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس آیت میں بھی ذکر کیا۔

وَبِكْفُرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا . النساء ۱۵۶

اور ساتھ ان کے کفر اور ان کے قول کے مریم پر بہتان عظیم ہے۔

کیونکہ نصاریٰ کا یہ کہنا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر قتل ہوئے اس کی وجہ کیا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ نے وہ وجہ بھی بیان کر دی کہ ان کے لیے اس معاملے میں علم نہیں اور یہ صرف ظن کی اتباع کر رہے ہیں اس لیے یہ ایسا کہے ہیں۔

الظن۔ ظن کہتے ہیں بغیر علم کے بات کو محض دیکھ سن یا پڑھ کر یقین کر لی جائے نہ کہ اس کی بنیاد علم ہو۔ اسے ایک مثال سے سمجھ لیتے ہیں۔ ہم اپنی آنکھوں سے سورج کو سفر کرتا دیکھتے ہیں کہ وہ آ جا رہا ہے۔ آج تو ہم پر یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ سورج سفر نہیں کر رہا بلکہ زمین کے اپنے ہی محور پر گھومنے کی وجہ سے ایسا نظر آتا ہے۔ یہ تو ہو گیا علم لیکن جب یہ علم نہیں تھا تو تب اگر کسی کو کہا جاتا کہ سورج سفر نہیں کر رہا تو کوئی یقین نہ کرتا اس لیے کہ وہ ظن کی اتباع کرنے والے ہوتے۔ کسی بھی بات کو محض کہیں سے پڑھ کر، سن کر یا دیکھ کر اسے ویسا ہی تسلیم کر لینا یہ ظن کہلاتا ہے جب تک کہ اسے علم حاصل کر کے سمجھ نہ لیا جائے۔

نصاریٰ کے بارے میں اللہ سبحان و تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ ظن کی اتباع کرتے ہیں یعنی جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، سنا یا پڑھا بغیر غور و فکر کر کے علم حاصل کیے یہ اسے کی اتباع کر رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تحقیق کریں اس بارے میں علم حاصل کریں تو ان پر یہ واضح ہو جائے گا کہ حقیقت یہی ہے کہ یقیناً یہود عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل نہیں کر پائے۔

نصاریٰ اپنی کتاب بائبل یعنی انجیل میں ایسا پڑھتے ہیں، انجیل میں لکھا ہے کہ اس وقت وہ لوگ موجود تھے جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے انہوں نے اپنی آنکھوں سے انہیں مصلوب ہوتے دیکھا۔ اور یہی بات یہ اپنی علماء سے سنتے ہیں اور اسی پر اندھوں کی طرح عمل کرتے ہیں اس بات کو تسلیم کر لیتے ہیں۔
جیسا کہ بائبل یعنی انجیل میں یہ واقع اس طرح بیان کیا گیا ہے۔
بائبل سے واقع صلیب-----

اور جو علم ہے وہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے پہلے ہی بیان کر دیا کہ ان کا قول یعنی ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کیا۔ حالانکہ عیسیٰ ابن مریم بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے، اگر تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس مقصد کو پورا کر چکے تھے یعنی بنی اسرائیل کو اللہ کا پیغام پہنچا کر فارغ ہو چکے تھے تو یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں ان کی بات مان لو۔ لیکن

اگر ایسا نہیں ہے تو اللہ کا رسول اپنی ذمہ داری پوری کرنے سے پہلے کیسے قتل ہو سکتا ہے؟
 کیونکہ انہوں نے جس عیسیٰ ابن مریم کو بذریعہ صلیب قتل کرنے کا دعویٰ کیا وہ وہی مسیح اور اللہ کا رسول تھا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا اس لیے ان کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کیا۔ نہیں بلکہ ان کا دعویٰ یہ ہے جو ان کو علم ہی نہیں کہ انہوں نے اس مسیح اللہ کے رسول کو قتل کیا جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ انہوں نے اس پر ایمان لانے کی بجائے یعنی اسے نہ مسیح تسلیم کیا اور نہ ہی اللہ کا رسول یوں اس کا کفر کرتے ہوئے اسے اپنی طرف سے قتل کیا۔

حقیقت کیا ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے اس طرح کھول کر بیان کرتے ہیں۔

وَمَكْرُؤًا وَمَكْرَ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ . آل عمران ۵۴

اور ان کی چال اور چال اللہ کی، اور اللہ خیر ہے چالیں چلنے والے

وَمَكْرُؤًا اور ان کی چال وَمَكْرَ اللَّهُ اور چال اللہ کی۔ یعنی انہوں نے جو چال چلی اصل میں وہ اللہ کی چال تھی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ چال نہیں چلتا نہ ہی کہیں بھی قرآن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کہیں بھی یہ کہا کہ اللہ مکر کرتا ہے ایسا تراجم میں کیا جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قانون ہی ایسا بنا دیا کہ جو بھی کوئی عمل کرے گا اس کا رد عمل ضرور نکلے گا اور رد عمل اس کے اختیار میں نہیں ہوگا رد عمل وہی نکلے گا جو اللہ نے قانون میں کر دیا یعنی جو اللہ نے قدر میں کر دیا۔ کائنات کو جس نقشے جس قانون کے مطابق بنایا اس میں جو رد عمل رکھ دیا رد عمل وہی نکلتا ہے۔ مکر کرنا اللہ کا کام نہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ پاک ہے مکر سے حقیقت یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ انہوں نے مکر کیا یعنی انہوں نے چال چلی اور ان کی چال ہی اللہ کی چال تھی۔ انہوں نے جو چال چلی اس کا رد عمل کیا آئے گا وہ ان کے اختیار میں نہیں۔ رد عمل وہی آئے گا جو اللہ نے قانون میں رکھ دیا۔ اس لیے چال تو انہوں نے چلی لیکن رد عمل کی صورت میں وہ اللہ کی چال تھی۔ انہوں نے یعنی یہود نے کب اور کیا چال چلی تو اس کا جواب بالکل بھی مشکل نہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کا جواب بالکل واضح کر دیا۔

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِيْ اِسْرَءٰٓءِيْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا

لَمَّا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ط

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ . الصف ٦

اور جب کہا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اے بنی اسرائیل یعنی اے یعقوب علیہ السلام کی ذریت اس میں کچھ شک نہیں میں اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف، تصدیق کرتا ہوں اس کی جو درمیان میرے ہاتھ کے ہے تورات سے اور بشارت دیتا ہوں ساتھ رسول کے جو آئے گا میرے بعد اس کا اسم احمد ہوگا۔ پس جب آگیا انہیں بینات کیساتھ، کہنے لگے یہ تو کھلم کھلا جادو ہے۔

إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ط هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ . آل عمران ۵۱

اس میں کچھ شک نہیں اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب پس اسی کی غلامی کرو، یہی وہ لائن ہے جس پر قائم ہونا ہے۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط قَالَ

الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ج آمَنَّا بِاللَّهِ ج وَاشْهَدْ بِأَنَا مُسْلِمُونَ . آل عمران ۵۲

پس جب بھانپ لیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر کو کہا کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف سے، جواب دیا ان کے حواریوں نے ہم ہیں اللہ کے انصار، ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور گواہ بن جا سا اس کے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم وہی کریں گے جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے یعنی ہم ہر حال میں اللہ کی طرف سے تیری نصرت کریں گے اور تو روز محشر اللہ کے سامنے اس بات کی گواہی دینا۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ . آل عمران ۵۳

اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ساتھ جو تو نے اتارا اور ہم نے اتباع کی رسول کی پس کتب کر ہمیں شاہدین کیساتھ۔

وَمَكْرُؤًا وَمَكَرَ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ . آل عمران ۵۴

اور ان کی چال اور اللہ کی چال، اور اللہ خیر ہے چالیں چلنے والے

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے انہیں کہا کہ میں بنی اسرائیل کی طرف اللہ کا رسول ہوں یعنی اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ اور ان کو کہا کہ اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب بھی وہی ہے اس لیے صرف اور صرف اللہ کی غلامی کرو اس کے علاوہ انہیں آخری نبی محمد ﷺ کی بھی بشارت دی لیکن انہوں نے کفر کیا اور الٹا انہیں قتل کرنے کے لیے چال چلی۔ ان کی یہ چال ہی اللہ کی چال تھی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اور اللہ سبحان و تعالیٰ کو علم تھا کہ بنی اسرائیل میں سے کون ہیں جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے اور کون ان کا کفر، ان کی تکذیب کریں گے اور پھر بنی اسرائیل کی یہ روش بھی تھی کہ وہ انبیاء و رسولوں کو قتل بھی کرتے رہے اور اب بھی وہی روش اپناتے ہوئے اللہ کے رسول کو قتل کریں گے۔

بنی اسرائیل اس وقت روئے زمین پر بکھرے پڑے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام پوری بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے اس لیے اللہ سبحان و تعالیٰ نے انہیں تمام بنی اسرائیل تک پہنچانا تھا اور بنی اسرائیل کو ایک خطے میں جمع کرنا تھا۔ اب اللہ کو علم تھا کہ کون ہیں جو ان کا قتل کریں گے اور کون ہیں جو ایمان لائیں گے۔ دوسری بات یہ کہ جس خطے میں تمام بنی اسرائیل کو جمع کرنا تھا وہاں پر وہ لوگ موجود تھے جو عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کرنے والے اور قتل کرنے والے تھے۔

اگر پہلے ان کی طرف نہ بھیجا جاتا پہلے ان کے علاوہ باقی دنیا کے مشرق میں پھیلے ہوئے بنی اسرائیلی قبائل کی طرف بھیجا جاتا تو وہ سب ایمان لے آتے اور ان سب کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے واپس سرزمین شام میں لانا تھا جہاں ان کی حکومت تھی جو ان کی تکذیب کرتے اور قتل کرتے جس سے ساری محنت ضائع ہو جاتی۔ ایمان لانے والے پوری دنیا سے جمع شدہ بنی اسرائیل کو جب اس خطے میں داخل ہی نہ ہونے دیا جاتا تو وہ دنیا میں ذلیل و رسوا ہو جاتے۔ اس لیے اللہ سبحان و تعالیٰ نے آخری نبی محمد ﷺ کی بھی بشارت دے دی ساتھ ہی اس لیے کہ ابھی ایسا ممکن نہیں ہے کہ بنی اسرائیل خطہ شام میں جمع ہو پائیں گے ان کے کفر کی وجہ سے اس لیے پھر جو ایمان لانے والے تھے انہیں کہیں اور ہی جمع کرنا تھا۔

ویسے بھی یہ قانون ہے کہ جب بھی کوئی کام کرنا ہوتا ہے تو پہلے بنیاد تعمیر کی جاتی ہے اس لیے بنی اسرائیل کو پوری دنیا سے جمع کرنے کا اللہ کا وعدہ خطہ شام میں جو موجودہ اسرائیل ہے وہاں کا تھا اس لیے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو پہلے وہاں بھیجا جانا ہی اللہ کے قانون میں تھا تا کہ اگر وہاں کے بنی اسرائیل ایمان لے آئیں تو پھر پوری دنیا سے بنی اسرائیل کو وہاں جمع کریں اور اگر وہاں کے بنی اسرائیل ایمان نہ لائیں تو ان پر اتمام حجت ہو جائے اور پھر اس کے علاوہ کسی اور جگہ پر باقی بنی اسرائیل کو جمع کریں اور ان سے اللہ کے کیے گئے وعدے کو پورا ہونے کا یقین بھی دلا دیں کہ جو کام میرے ذریعے نہیں ہوا اللہ اسے ضرور پورا کرے گا یعنی میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا اسم احمد ہو گا یہ کام اس کے ذریعے پورا کیا جائے گا۔

تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے پہلے ان کی طرف بھیجا تا کہ ایک تو یہ کفر کریں گے تو ان پر حجت پوری ہو جائے گی اور دوسرا ان کی روش یہ ہے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام قتل ہو جائیں اور ان کی جگہ بینات کیساتھ کسی دوسرے رسول کو بھی بھیج دیا جائے تو یہ اس کی بھی تکذیب کرتے ہوئے قتل ہی کریں گے۔ اس لیے ایک تو ان پر حجت پوری ہو جائے گی اور دوسرا جب یہ اپنی طرف سے قتل کر چکیں گے تو انہیں یہ یقین ہو جائے گا کہ حقیقت میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول نہیں تھا کیونکہ اگر رسول ہوتا تو یہ اسے قتل نہ کر پاتے لیکن حقیقت یہ تھی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے صلیب پر ان کی موت ہونے ہی نہیں دی اور غیر معمولی طریقے سے انہیں زندہ رکھا، ان کو قتل نہیں ہونے دیا۔ اور اس طرح اللہ سبحان و تعالیٰ نے انہیں شبے میں ڈال دیا تا کہ یہ قیامت تک مسیح کے انتظار میں ہی رہیں اور ذلیل و رسوا ہوتے رہیں۔

جب ان کی طرف اللہ سبحان و تعالیٰ نے سب سے پہلے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیجا اور انہوں نے ان کا کفر کیا اور ان کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کر لیا تو عیسیٰ علیہ السلام کو اس کا احساس ہو گیا کہ یہود ان کو قتل کیے بغیر نہیں رہنے والے تو اس وقت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا۔

فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ ط قَالَ

الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ ج اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ج وَاشْهَدُ بَاَنَّا مُسْلِمُونَ . آل عمران ۵۲

پس جب بھانپ لیا عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے کفر کو کہا کون ہے میرا مددگار اللہ کی طرف سے، جواب دیا ان کے حواریوں نے ہم ہیں اللہ کے انصار، ایمان لائے اللہ کے ساتھ اور گواہ بن جا سا اس کے کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم وہی کریں گے جس کا اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے یعنی ہم ہر حال میں اللہ کی طرف سے تیری نصرت کریں گے اور تو روز محشر اللہ کے سامنے اس بات کی گواہی دینا۔

عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ کے بیان کردہ یہ الفاظ فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَىٰ مِنْهُمُ

الْكُفْرَ واضع کرتے ہیں کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے اپنی چال کے بارے میں آگاہ نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام کو یہ محسوس ہو چکا تھا کہ یہود انہیں قتل کر دیں گے۔ جس سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنی نصرت

کے لیے اللہ کی طرف سے اعلان کیا۔ اس اعلان سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام کو پتہ تھا کہ رسول مقصد رسالت کو پورا کرنے سے پہلے قتل نہیں ہو سکتا لیکن اگر قتل نہیں ہوتا تو وہ اللہ کے قانون کی مطابق نہ کے اللہ کے قانون کے برعکس۔ اس لیے ایسا ہرگز نہیں کہ وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائیں کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو گویا کہ انہوں نے خود ہی اپنی ذمہ داری میں کوتاہی برتی اور جس وجہ سے وہ قتل ہو جاتے۔ اسی لیے انہوں نے اللہ کے قانون کے مطابق ایمان لانے والوں کو اپنی نصرت کے لیے پکارا اللہ کی طرف سے لیکن جواب میں صرف چند حواری ہی سامنے آئے۔ جب عیسیٰ علیہ السلام اپنی ذمہ داری ادا کر چکے یعنی جس کا انہیں مکلف بنایا گیا تھا وہ کر چکے تو پھر آگے کی ذمہ داری اللہ سبحان و تعالیٰ پر تھی اسی لیے اس وقت اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آگاہ کر دیا کہ یہ تجھے قتل نہیں کر پائیں گے بلکہ میں تجھے وفات دے گا جس کا ذکر آگے آئے گا۔

رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ . آل عمران ٥٣

اے ہمارے رب ہم ایمان لائے ساتھ جو تو نے اتارا اور ہم نے اتباع کی رسول کی پس کتب کر ہمیں شاہدین کیساتھ۔

قرآن میں اس مقام پر حواریوں کے بارے میں یہ ذکر ہونا معمولی بات نہیں ہے۔ یہ غیر معمولی بات ہے اور اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہاں اس کا ذکر کیوں کیا یہ اس وقت واضح ہوتا ہے جب ہم انجیل یعنی بائبل کو دیکھیں۔

یہاں بائبل میں حوروں میں سے ایک کے غداری کرنے والا واقعہ۔۔۔۔۔

بائبل میں لکھا ہے کہ اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کے بہت سے حواری انہیں چھوڑ گئے۔

اور افسوس کی بات یہ ہے جو نہایت تکلیف دہ ہے آج خود کو مسلمان کہلوانے والوں کی اکثریت کا بھی بلکل وہی عقیدہ ہے جو نصاریٰ کا ہے عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے بارے میں کہ ان میں سے ایک نے تھوڑے سے مال کی عوض وہ بھی محض چاندی کے تیس سکوں کی خاطر عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غداری کی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں بالکل واضح کر دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر یہ محض ایک بہتان عظیم کے سوا کچھ نہیں۔ اور آج خود کو مسلم کہلوانے والوں کی اکثریت بھی قرآن کا کفر کرتے ہوئے انجیل کے نام پر بائبل پر من و عن ایمان لے آئی۔

افسوس صد افسوس۔

یہ وہ وقت تھا جب یہود نے چال چلی عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی۔

وَمَكْرُوا . اور انہوں نے چال چلی

وَمَكَرَ اللّٰهُ . اور چال اللہ کی۔

کیا تھی چال اللہ کی اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس کا جواب ہر طرف سے کھول کر بیان کر دیا۔ جب یہ چال چل رہے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہود ان کو قتل کرنے والے ہیں تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو یہود کی چال کی حقیقت بیان کر دی۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّىْكَ

یعنی جب یہود نے چال چلی تب اللہ نے کہا عیسیٰ علیہ السلام کو کہ اے عیسیٰ اس میں کچھ شک نہیں میں تجھے وفات دوں گا۔ مطلب یہ کہ اے عیسیٰ تو جو دیکھ رہا ہے کہ یہ تجھے قتل کرنے ہی والے ہیں تو جان لے کہ یہ تجھے قتل نہیں کر پائیں گے، تیری موت صلیب پر نہیں ہوگی بلکہ میں تجھے وفات دوں گا۔ جسے ہم طبی موت کہتے ہیں۔

آیت میں لفظ تَوَفِّیْ کا استعمال ہوا ہے جس کو وفات کی بجائے جان بوجھ کر اپنے باطل عقائد کو زبردستی قرآن سے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے من پسند تاویلات پہنائی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات نہیں ہوئی بلکہ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ جس کی قرآن شدت سے نفی کرتا ہے اور ایسے تمام عقائد کو باطل قرار دیتا ہے۔ جس کی آگے مزید کھل کر صراحت کیساتھ وضاحت آجائے گی۔

ہم قرآن سے ہی تَوَفِّیْ کے معنی حاصل کر لیتے ہیں تاکہ کسی بھی قسم کا کوئی ابہام یا شک نہ رہے اور معاملہ کھل کر واضح ہو جائے۔

قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس لفظ کا استعمال اس کے علاوہ بھی مختلف مقامات پر کیا ہے۔ اس لیے ہم اس لفظ کا جو بھی معنی لیں گے لامحاطہ ہمیں وہی معنی باقی تمام مقامات پر بھی لینا پڑے گا۔ اس لیے ہم اپنی طرف سے کوئی معنی لینے کی بجائے قرآن سے ہی اس لفظ کا معنی حاصل کریں گے۔

وَرَأْفَعُكَ إِلَى

اور رفع کروں گا تجھے اپنی طرف

یعنی تجھے ان کے ہاتھوں جو اس تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا یہ میری طرف سے تیری آزمائش ہے جب تو اس آزمائش میں پورا ترے گا تو اس کے بدلے میں تجھے اپنی طرف رفع کروں گا۔

رفع کیا ہوتا ہے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ انسانوں کو رفع کیسے کرتے ہیں سمیت تمام سوالات کے جواب جان کر آگے بڑھتے ہیں۔
رفع کے معنی کیا ہیں؟

رفع کہتے ہیں درجہ بدرجہ اٹھانے یا بلند کرنے کو۔ یعنی مثال کے طور پر کچھ اینٹیں ہوں تو ان کو ایک دوسرے پر رکھ کر جو دیوار بنائی جائے گی اسے رفع کرنا کہا جائے گا۔ کہ پہلے ایک اینٹ رکھی اس کے بعد اس پر دوسری اینٹ رکھنا اسی طرح اس پر تیسری اور بتدریج رکھتے جانا یہ ان اینٹوں کا یا اینٹوں سے دیوار کا رفع کہلائے گا۔ یعنی بالکل آسان الفاظ میں رفع کے معنی کسی بھی شے کو کسی دوسری شے پر کسی بھی لحاظ سے فوقیت دینے کو کہتے ہیں اور اس کے لیے ضروری نہیں کہ کسی کو مادی طور پر اٹھایا جائے بلکہ جیسے کسی کو دوسرے پر ترجیح دینا، فوقیت دینا، کسی سے دوسرے کی نسبت زیادہ محبت کرنا، کسی کو دوسرے کی نسبت زیادہ اپنے قریب کرنا یہ سب رفع کہلاتا ہے۔

یہ تو تھے رفع کے معنی لیکن ہم صرف ان معنوں پر اکتفاء کرنے کی بجائے قرآن سے اس بارے میں مزید راہنمائی لیں گے تاکہ اس بہت ہی اہم موضوع کو سمجھنے کے لیے کہیں بھی کوئی ابہام باقی نہ رہے اور سارا معاملہ کھل کر واضح ہو جائے۔
قرآن رفع کے معنی یوں واضح کرتا ہے۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ ۝ البقرة ۶۳، ۹۳

اور جب اخذ کیا ہم نے تم سے میثاق اور رفع کیا ہم نے فوقیت تم پر طور کو۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم نے بنی اسرائیل پر طور پہاڑ کو رفع کیا لیکن اللہ سبحانہ

وتعالیٰ نے صرف اتنا ہی نہیں کہا بلکہ ساتھ ہی لفظ ”فوق“ کا استعمال کر کے واضح کر دیا کہ طور کو بنی اسرائیل پر فوقیت دی۔ فوق کہتے ہیں ترجیح دینے کو، طور کو بنی اسرائیل پر ترجیح دی۔ طور کو بنی اسرائیل پر فوقیت یعنی ترجیح دینا ہی طور کو بنی اسرائیل پر رفع کرنا تھا۔ نہ کہ طور پہاڑ کو اٹھا کر بنی اسرائیل پر رکھ دیا یا اٹھا کر بنی اسرائیل کے اوپر ہوا میں کھڑا کر دیا۔ اگر تو طور پہاڑ کو مادی طور پر ان پر اٹھایا جاتا تو آیت میں لفظ ”علیٰ“ کا استعمال ناگزیر تھا کیونکہ ”علیٰ“ عربی میں کسی کے اوپر کو کہتے ہیں لیکن یہاں لفظ ”فوق“ کا استعمال ہوا جو صرف اور صرف کسی کو کسی پر اہمیت دینے یا کسی کو کسی پر ترجیح دینے کے ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ فرق ضرور بالضرور ذہن میں ہونا چاہیے۔

یہاں اللہ سبحان و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ طور کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر رفع کیا فوقیت دے کر تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے یہ وہ کون سا معاملہ تھا جس میں طور کو بنی اسرائیل پر رفع کیا بنی اسرائیل پر فوقیت یعنی ترجیح دینے سے۔ تو اس کا جواب بھی اللہ سبحان و تعالیٰ نے اسی آیت کے اگلے حصے میں دے دیا۔

وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمْ الطُّورَ ۖ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ.

اور جب اخذ کیا ہم نے تم سے ميثاق اور رفع کیا ہم نے فوقیت تم پر طور کو، پکڑو جو ہم نے دیا تمہیں قوت کیساتھ۔ یعنی اللہ سبحان و تعالیٰ نے طور کو رفع کیا یعنی طور کو بنی اسرائیل پر فوقیت دیکر بنی اسرائیل کو کچھ دیا جسے اللہ سبحان و تعالیٰ نے انہیں قوت کیساتھ پکڑنے کا حکم دیا۔ اور وہ اللہ کی کتاب تورات تھی جس میں اللہ کی طرف سے ہدایات تھیں، شرائط تھیں جو اللہ سبحان و تعالیٰ کا بنی اسرائیل کیساتھ ميثاق ہوا۔

وَ رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ . البقرة ۱۵۴

اور رفع کیا ہم نے ترجیح دی ان پر طور کو ان کے ميثاق کیساتھ۔

اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ساتھ جب ميثاق باندھا تب اللہ سبحان و تعالیٰ نے طور کو بنی اسرائیل پر فوقیت یعنی ترجیح دیکر اسے رفع کیا۔

جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو کتاب دی اس وقت تقریباً پوری دنیا میں سائنسی طریقوں سے اگایا جا رہا تھا دنیا میں خوراک خبیث تھی اسی وجہ سے بنی اسرائیل کے اجسام میں بھی خباثت کی کثرت تھی جس کی وجہ سے ان میں بغاوت و نافرمانی کا مادہ بہت زیادہ تھا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے رحمت کے ملائکہ اور بالخصوص جبرائیل

علیہ السلام ایسی جگہ پر نہیں جاتے جہاں خباثت موجود ہوں۔ اس کی مثال ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے بھی ملتی ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے گھر میں کچھ تصاویر تھیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایسے گھر میں رحمت کے ملائکہ نہیں آتے۔ پھر اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام گھر میں داخل نہیں ہو رہے تھے جس کی وجہ گھر کے دروازے پر کتے کی موجودگی تھی۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے گھر میں کتا پالنے سے منع کر دیا۔ کتے کے منہ سے نکلنے والی رال یعنی تھوک، لعاب میں خباثت کی بہت زیادہ کثرت ہوتی ہے۔

بنی اسرائیل کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے جب کتاب دینا تھی تو اس وقت بنی اسرائیل بھی خباثت میں ڈوبے ہوئے تھے جس کی وجہ ان کا مصر میں پلنا بڑھنا تھا کیونکہ اس وقت مصر میں تقریباً تمام کی تمام غذا سائنسی یعنی دجالی طریقوں سے اگائی جا رہی تھی جو کہ خبیث تھیں۔

تو اس وقت جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر طور کو ترجیح دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت اس پورے علاقے میں وادی سینا اور اس میں طور واحد ایسا مقام تھا جو فطرت کی علامت تھا۔ وہاں پر انسان موجود نہیں تھے وہ سارا بیابان تھا جس کی وجہ سے وادی سینا فطرت پر تھی۔ بنی اسرائیل بھی اس وقت وادی سینا یعنی طیب جگہ پر موجود تھے لیکن ان کے اجسام اس وقت طیب نہ تھے یہی وہ وجہ تھی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے طور کو بنی اسرائیل پر ترجیح دی موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل کرنے کے لیے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ خود طیب ہے اور طیب سے ہی حب کرتا ہے یعنی طیب شے ہی اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف کھنچتی ہے اللہ کے قریب ہوتی ہے۔ جس کا اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں بھی ذکر کیا۔

یہاں طیب کلمہ وغیرہ اللہ کی طرف چڑھنے والی آیات-----

یہ تھا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا طور کو رفع یعنی بلند کرنا جو کہ مادی طور پر بلند نہیں کیا بلکہ اس وقت طور کا درجہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بلند کیا۔ بنی اسرائیل پر طور کو ترجیح دی، فوقیت دی۔ اسی طرح ہم قرآن سے مزید راہنمائی لیتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

لَيْبُلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ . الانعام ۱۶۵

اور وہی ہے جس نے کیا تمہیں خلائف الارض اور رفع کرے تمہیں بعض کو بعض پر فوقیت دے درجات میں تمہیں آزمائش میں ڈال کر جو تمہیں دیا۔

خَلِيفَ الْأَرْضِ . بعد والے زمین کے یعنی جیسے کچھ لوگ جو زمین پر آ کر چلے جاتے ہیں اور ان کے بعد جو آتے ہیں یہی سلسلہ جو آدم علیہ السلام سے چل رہا ہے اور قیامت تک چلے گا۔ جو بھی انسان زمین پر موجود ہوتے ہیں وہ اپنے سے پہلے والوں کے خلائف ہوتے ہیں۔ خلائف الارض کے معنی صرف یہیں تک محدود نہیں ہیں بلکہ کسی بھی سطح پر تمام انسانوں کو جو کسی کے بعد والا کیا جاتا ہے جیسے حکمران ہوں، علم والے لوگ ہوں، مختلف صلاحیتوں کے حامل لوگ ہوں یا کسی بھی لحاظ سے جنہیں زمین میں تمکن یعنی اختیار حاصل ہو وغیرہ سب کے سب خلائف میں ہی شمار ہوں گے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا ایک قانون واضح کر دیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ زمین میں جن انسانوں کو بھی پہلوں کے بعد بساتے ہیں ان میں انسانوں کو جو جو کچھ عطا کرتے ہیں یعنی جس انسان کو بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کچھ دیتے ہیں وہ حکومت ہو، علم ہو، کوئی بھی ایسا ہنر، صلاحیت وغیرہ جو جس سے اللہ کے دین کی نصرت کی جاسکے حتیٰ کہ جو کچھ بھی دیتے ہیں وہ اسی مقصد کے لیے دیتے ہیں کہ وہ انسان کے لیے آزمائش ہوتی ہے اگر وہ اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسے انسان کو رفع کرتے ہیں یعنی اس کے درجات بلند کرتے ہیں اسے بہت سے بعض انسانوں پر فوقیت دیتے ہیں۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بالکل واضح کر دیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا رفع کرنے کا قانون کسی خاص کے لیے نہیں بلکہ سب کے لیے ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی شرائط یعنی آزمائش میں ثابت رہے گا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے اپنی طرف اٹھائیں گے جو کہ آخرت میں ایسے انسان کو اس کے درجے پر فائز کریں گے۔ نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی ایسا انسان اللہ کا قریب ہوتا ہے۔

اسی طرح درج ذیل آیت بھی دیکھیں۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنَاهُ بِهَا وَلَكِنَّهُ أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۚ فَمَثَلُهُ

كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُ

الْقَوْمَ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ . الاعراف ۷۶

اور اگر ہمارا قانون ہے اس کو رفع کرنے کا اس کے ساتھ (جو کچھ اللہ سبحان و تعالیٰ کسی کو بھی عطا کرتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے یعنی جو بھی اللہ نے عطا کیا اسے اس مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے جس مقصد کے لیے اللہ نے عطا کیا یا انی خواہشات کی اتباع میں استعمال کرتا ہے) اور لیکن وہ مائل ہو گیا، جھک گیا زمین کی طرف اور اتباع کیا اس نے خواہشات کی، پس اس کی مثال ہے جیسے مثال ہے کتے کی کہ اگر اس پر چڑھ دوڑو تب بھی ہانپے یا ایسا نہ کرو یعنی چھوڑ دو تب بھی ہانپے، وہ ان لوگوں کی مثال ہے جو ہماری آیات کا کذب کرتے ہیں، پس یہ قصے بیان کرتے رہو تا کہ یہ غور و فکر کریں۔

وَلَوْ شِئْنَا ۖ اور اگر ہمارا قانون ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ کہہ رہے ہیں کہ اگر اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ قانون بنایا ہے تو اسی مقصد کے لیے بنایا ہے کہ لَرَفَعْنَهُ ہم اس کو رفع کریں بِهَا اس کیساتھ۔ بِهَا اشارہ ہے اس کی طرف جو کچھ بھی اللہ سبحان و تعالیٰ کسی کو عطا کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے پیچھے گزرنے والی آیت میں واضح کیا ہے کہ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتٰكُمْ . اور رفع کریں تم بعض کو بعض پر درجات میں آزمائش میں ڈال کر جو تمہیں دیا گیا۔

اللہ سبحان و تعالیٰ اگر کسی کو کچھ دیتے ہیں تو یہ اللہ کا قانون ہے کہ اسے وہ اسی مقصد کے لیے دیا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اگر انسان اس آزمائش میں پورا اترتا ہے تو اللہ سبحان و تعالیٰ اس انسان کو اپنی طرف رفع کرتے ہیں بعض پر اس کو فوقیت دیتے ہیں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور اگر انسان اللہ کی طرف سے عطا کردہ جو کچھ بھی ہو اس کے ساتھ زمین کی طرف مائل ہو جائے۔ یعنی اللہ نے اگر کچھ عطا کیا تو اللہ کا عطا کرنے کا یہی قانون ہے کہ یا تو انسان اللہ کے طرف رفع یعنی بلند ہو گا یا پھر وہ دھتکارا جائے گا۔ اگر تو وہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ کو اسی مقصد کے لیے استعمال کرتا ہے یا اللہ کی عطا جو کہ اس کے لیے آزمائش ہوتی ہے کہ آیا وہ اس کا حق ادا کرتا ہے، اسے اللہ کی ہدایات کی مطابق استعمال کرتا ہے خواہ وہ مال ہو، منصب ہو، رتبہ ہو، مقام ہو، ذہانت ہو یا جو کچھ بھی اگر تو وہ اسے اللہ کی ہدایات کے مطابق استعمال کرے گا تو وہ اس آزمائش میں پورا اترے اور اس سے اس کے اللہ کے ہاں درجات بلند ہوں گے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا کہ وہ

زمین کی طرف جھک جاتا ہے اور زمین کی طرف جھکنا کیا ہے اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس کا بھی فوراً ہی جواب دے دیا

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ اور اتباع کی خواہشات کی اس نے یعنی خواہشات کی اتباع کرنا ہی زمین کی طرف جھکنا ہے۔ اگر وہ اللہ کی اعطا پر خواہشات کی اتباع نہ کرتا یعنی اگر اللہ نے مال دیا تو اس پر فرض تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اللہ کی ہدایات کی مطابقت اس کے دین کی نصرت کے لیے لیکن اگر اس نے اپنی خواہشات کی اتباع میں اسے استعمال کر دیا تو وہ زمین کی طرف جھک گیا، اگر اللہ نے ذہانت عطا کی تو تو اگر اس نے اس ذہانت کا استعمال خواہشات کی اتباع میں کیا جیسا کہ آج ہو رہا ہے دنیاوی مال و متاع کے لالچ میں دنیا حاصل کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کا اپنی ذہانت کا استعمال کیا جاتا ہے تو ایسوں کا یہ عمل زمین کی طرف جھکنا ہے اللہ سے دوری ہے یعنی وہ اللہ سے دور ہو گیا۔ اور اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہاں جو یہ الفاظ استعمال کیے **أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ** یہ بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں۔ ہم ماضی میں ہیں مستقبل یعنی آخرت میں یہ زمین جس زمین پر ہم موجود ہیں یہی جہنم میں تبدیل کی جائے گی اور اس سے باہر کے جو سیارے ہیں، جو کہ زمین کے سات آسمانوں یعنی سات تہہ در تہہ جو کیسوں کی تہیں ہیں ان کے باہر جتنے بھی سیارے ہیں وہ تمام کے تمام پہلے آسمان میں ہیں جس کی وسعت کا ادراک انسانی عقل سے باہر ہے اسے مستقبل یعنی آخرت میں اللہ سبحان و تعالیٰ جنتوں میں بدل چکے ہوں گے اسی طرح بتدریج جو باقی چھ آسمان ہیں وہ بھی جنتیں ہوں گی۔

یہ اللہ سبحان و تعالیٰ کا قانون ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ جس کو بھی جو کچھ بھی عطا کرتے ہیں وہ اس کے لیے اللہ کی طرف سے آزمائش ہوتی ہے اگر وہ اس پر پورا اترے گا تو وہ رفع ہوتا چلا جائے گا۔ موجودہ دنیا وہ زندگی میں تو وہ مادی طور پر رہے گا دنیا میں ہی اور اس دنیا میں تو وہ صرف اللہ کے قریب تر ہوتا چلا جائے گا لیکن آخرت میں اس کا یہی بلند ہونا اس کے جسم کیساتھ ہو گا یعنی جو درجہ اس نے دنیا میں کمایا تھا اللہ سبحان و تعالیٰ اس انسان کو آخرت میں وہی درجہ جنتوں میں عطا کریں گے یعنی دنیا کی کمائی کے بدلے کو وہ آخرت میں حاصل کرے گا۔ اور جو خواہشات کی اتباع کرے گا تو وہ زمین کی ہی طرف جھکتا چلا جائے گا دنیا میں خواہ اس کی خواہشات پوری ہو رہی ہوں لیکن آخرت میں اسے اسی زمین پر رہنا ہوگا جو اس وقت جہنم میں تبدیل ہو چکی ہوگی۔ اس زمین کی سات تہیں ہیں جو جہنم کے سات درجات ہوں گے جتنا وہ خواہشات کی اتباع کرے گا اتنا ہی وہ جہنم کے نچلے درجے میں چلتا جائے گا۔

یہ ہے دنیا میں کسی بھی انسان کو اللہ سبحان و تعالیٰ کا رفع کرنے کا قانون۔ دنیا کسی بھی انسان کو اللہ سبحان و تعالیٰ کا رفع کرنے کا قانون یہی ہے اور اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے اس قانون کے خلاف نہیں کرتا اس لیے جس انسان کا بھی رفع ہوگا وہ اسی طرح ہوگا خواہ وہ نبی ہو، رسول ہو یا عام مومن ہو۔ ہمیں کسی بھی معاملے میں اللہ سبحان و تعالیٰ کے قانون کے خلاف نہ ہی سوچنا

چاہیے اور نہ ہی کوئی ایسا عقیدہ اخذ کرنا چاہیے۔ موجودہ جسم جنت میں نہیں جاسکتا جنت کے الگ اجسام ہوں گے جو ان مادی حاجات سے پاک ہوں گے قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے بعض مقامات پر بالکل واضح کھول کر بتا دیا کہ زمین سے باہر کوئی بھی انسان اس دنیاوی مادی جسم کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا۔ دنیاوی جسم صرف اور صرف اسی دنیا میں ہی زندہ رہ سکتا ہے یہیں پر اس کی تمام ضروریات و حاجات پوری ہو سکتی ہیں۔ اور دوسری بات کہ دنیاوی سمجھ لیں کہ وہ جگہ ہے جہاں پر انسانوں کو مزدوری کرنے کے لیے رکھا گیا ہے جو جتنی مزدوری کرے گا جیسی کرے گا اس کی اجرت یعنی بدلہ اسے آخرت میں دیا جائے گا۔ اسی طرح جو انسان بھی یہاں جو بھی درجہ کمائے گا یعنی جتنا اللہ کی طرف رفع ہوگا وہی درجہ اتنی ہی بلندی پر اسے آخرت میں فائز کیا جائے گا۔

نَرْفَعُ دَرَجَتٍ مِّنْ نَّشَأٍ. الانعام ۸۳

ہم رفع کرتے ہیں درجات جو ہمارا قانون ہے۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے رفع کرنے کی کھول کر وضاحت کر دی۔ کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے وضع کر دیا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کا قانون ہے درجات رفع کرنا۔ نہ کہ دنیاوی جسم کیساتھ کسی کو رفع یعنی اوپر اٹھانا۔ اور اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے قانون کے خلاف نہیں کرتے۔ پیچھے ہم نے تفصیل سے جان لیا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کیسے رفع کرتے ہیں اب ہم جانیں گے کہ کیا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی اللہ سبحان و تعالیٰ نے کچھ عطا کیا اور جو انہیں عطا کیا کیا وہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے لیے آزمائش بنا۔ اگر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اس کی وجہ سے آزمائش میں ڈالے گئے تو کیا وہ اس آزمائش پر پورا اترے اور پورا اترے تو پھر اللہ سبحان و تعالیٰ نے اپنے قانون کی مطابق عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا رفع کیا یعنی ان کے درجات بلند کیے۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے رسولوں میں سے بعض پر فوقیت دی ہوگی درجات میں۔ اور کیا قرآن اس کا ذکر کرتا ہے ہم ان سوالات کے جوابات مختصر قرآن سے لیتے ہیں۔

وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ . البقرة ۲۵۳

اور دیں ہم نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بینات اور ہم نے اسے اپنا ہاتھ دیا ساتھ روح القدس کے۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے بتایا کہ جو اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔ جب عیسیٰ ابن مریم

علیہ السلام کو یہ کچھ عطا کیا تھا تو پھر یہ بھی اللہ کا قانون ہے کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو آزمائش میں ڈالا جاتا تا کہ اگر تو وہ آزمائش میں ناکام ہو جائیں یعنی جو کچھ دیا اللہ نے اس کا حق ادا نہ کریں تو ان کا فیصلہ ہو جاتا اور اگر وہ اس آزمائش میں پورا اتریں تو اللہ سبحان و تعالیٰ ان کو اپنے قانون کے مطابق یعنی درجات میں ان کو اپنی طرف بلند کرے۔

یہ بھی اللہ سبحان و تعالیٰ کا قانون ہے کہ آزمائش بھی عطا کے مطابق ہی چھوٹی یا بڑی آتی ہے اور جو عطا کیا جاتا ہے وہ بھی اللہ کے قانون کی مطابق جتنی کسی میں وسعت ہوتی ہے۔ تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو بینات عطا کیں اور جو اپنا ہاتھ یعنی قوت دی روح القدس کیساتھ تو یہ عطا غیر معمولی بڑی عطا ہے اور پھر آزمائش بھی بڑی ہی آئی ہوگی۔ جس کا اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں ذکر کر دیا جو کہ پیچھے تفصیل کیساتھ گزر چکا ہے۔

اسی طرح اللہ سبحان و تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی رفع کیا جس کا ذکر اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں کر دیا۔

وَإِذَا بُتِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَتٍ فَأَتَمَّهُنَّ ۖ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

إِمَامًا ۚ البقرة ۱۲۴

اور جب آزمائش میں ڈالا ابراہیم کو اس کے رب نے ساتھ کلمات کے پس پورا کیا انہیں، کہا اس میں کچھ شک نہیں میں کرنے جا رہا ہوں تجھے انسانوں کے لیے امام۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ ایک واقعے کا ذکر کر رہے ہیں کہ جب انہیں انسانیت کے لیے امام بنایا گیا تو اس کا پس منظر کیا تھا اللہ سبحان و تعالیٰ نے بتایا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آزمائشوں میں ڈالا ان کلمات کیساتھ جو ابراہیم علیہ السلام کو دیئے تھے وہ کلمات کیا تھے اور آزمائشیں کیا تھیں ان کا ذکر موضوع سے ہٹا دے گا اس لیے ان کا ذکر ان کے موضوع کے مطابق کریں گے۔ تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے کہا کہ جب ابراہیم علیہ السلام ان آزمائشوں پر پورے اترے تب اللہ سبحان و تعالیٰ نے انہیں انسانیت کا امام بنایا۔ جیسا کہ پیچھے آیات میں تفصیلاً گزر چکا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کا یہی قانون ہے کسی کو بھی رفع کرنے کا۔ اور جب یہاں اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشوں اور ان کا ان پر پورا اترنے اور اس کے بدلے انہیں امام بنایا تو یہی ابراہیم علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ کا رفع کرنا ہے یعنی ابراہیم علیہ السلام کو اپنی طرف رفع کیا یعنی بلند کیا درجات میں بہت سے رسولوں پر۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا اللہ سبحان و تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو بھی رفع کرنے کا ذکر کیا؟

یہ ہیں رسول فصیلت دی ہم نے ان بعض کو بعض پر، ان میں ہیں جس نے اللہ سے کلام کیا اور رفع کیے ان بعض کے درجات، اور دیں ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بینات اور دیا ہم نے اپنا ہاتھ یعنی قوت اس کو ساتھ روح القدس کے۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے رائی برابر بھی شک کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو عطا کیا تھا اس کا ذکر بھی کر دیا اور اس سے پہلے اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے بعض رسولوں کو فصیلت دی بعض پر ان کے درجات رفع یعنی بلند کیے۔ نہ کہ کسی ایک کو بھی جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ آج مشہور کر دیا گیا۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف اللہ کی دعوت لیکر گئے تو ان کا کفر کیا گیا اور ان کو بنی اسرائیل میں سے یہود نے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اپنی چال چلی اور اپنی طرف سے صلیب پر قتل کیا تو جب وہ یہ چال چل رہے تھے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو احساس ہو گیا کہ یہود انہیں قتل کرنے والے ہیں تو انہوں نے جو خود وہ کر سکتے تھے وہ کوشش کی اور ایمان لانے والوں میں سے اللہ کی طرف سے اپنی مدد کے لیے پکارا تو ان کی حواریوں نے ان کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ جب اس وقت کے تین قبائل میں سے صرف چند حواری ہی سامنے آئے تو وہ کہاں یہود کی حکومت کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے تھے اس لیے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس وقت یقینی احساس ہو گیا کہ یہود انہیں قتل کر کے ہی دم لیں گے اور وہ ان کے قبضے میں آچکے ہیں

وَمَكْرُؤًا وَمَكْرَ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينِ . آل عمران ۵۴

اور ان کی چال اور اللہ کی چال، اور اللہ خیر ہے چالیں چلنے والے

یعنی انہوں نے جو چال چلی درحقیقت وہ اللہ ہی کی چال تھی جس کا پیچھے تفصیلی ذکر ہو چکا اور اللہ سبحان و تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ خیر ہے جو بھی چالیں چلنے والے ہوں اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے غلاموں کو ان کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں ان کی چالوں کا شکار نہیں ہونے دیتے۔

یہ تھی یہود کی چال۔ جب انہوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر دسترس پالی اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو احساس ہو گیا کہ اب ان کے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے تب اس وقت اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے کہا۔

یہ ہیں رسول فصیلت دی ہم نے ان بعض کو بعض پر، ان میں ہیں جس نے اللہ سے کلام کیا اور رفع کیے ان بعض کے درجات، اور دیں ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بینات اور دیا ہم نے اپنا ہاتھ یعنی قوت اس کو ساتھ روح القدس کے۔

اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے رائی برابر بھی شک کی گنجائش نہیں چھوڑی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو جو عطا کیا تھا اس کا ذکر بھی کر دیا اور اس سے پہلے اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ واضح کر دیا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے بعض رسولوں کو فصیلت دی بعض پر ان کے درجات رفع یعنی بلند کیے۔ نہ کہ کسی ایک کو بھی جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ آج مشہور کر دیا گیا۔

عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف اللہ کی دعوت لیکر گئے تو ان کا کفر کیا گیا اور ان کو بنی اسرائیل میں سے یہود نے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اپنی چال چلی اور اپنی طرف سے صلیب پر قتل کیا تو جب وہ یہ چال چل رہے تھے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو احساس ہو گیا کہ یہود انہیں قتل کرنے والے ہیں تو انہوں نے جو خود وہ کر سکتے تھے وہ کوشش کی اور ایمان لانے والوں میں سے اللہ کی طرف سے اپنی مدد کے لیے پکارا تو ان کی حواریوں نے ان کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ جب اس وقت کے تین قبائل میں سے صرف چند حواری ہی سامنے آئے تو وہ کہاں یہود کی حکومت کا مقابلہ کرنے کی سکت رکھتے تھے اس لیے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس وقت یقینی احساس ہو گیا کہ یہود انہیں قتل کر کے ہی دم لیں گے اور وہ ان کے قبضے میں آچکے ہیں

وَمَكْرُؤًا وَّمَكْرَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِيْنَ . آل عمران ۵۴

اور ان کی چال اور اللہ کی چال، اور اللہ خیر ہے چالیں چلنے والے

یعنی انہوں نے جو چال چلی درحقیقت وہ اللہ ہی کی چال تھی جس کا پیچھے تفصیلی ذکر ہو چکا اور اللہ سبحان و تعالیٰ کہتے ہیں کہ اللہ خیر ہے جو بھی چالیں چلنے والے ہوں اللہ سبحان و تعالیٰ اپنے غلاموں کو ان کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں ان کی چالوں کا شکار نہیں ہونے دیتے۔

یہ تھی یہود کی چال۔ جب انہوں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام پر دسترس پالی اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو احساس ہو گیا کہ اب ان کے ہاتھوں قتل ہو جائیں گے تب اس وقت اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے کہا۔

۵۴ اِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَى ابْنِي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ اِلَى وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ

اِلَىٰ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فَيَمَّا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ . آل عمران ۵۵

تب کہا اللہ نے اے عیسیٰ اس میں کچھ شک نہیں میں تجھے وفات دوں گا اور تجھے اپنی طرف رفع کروں گا اور پاک کردوں گا تجھے ان سے جنہوں نے کفر کیا اور کردوں گا جنہوں نے تیری اتباع کی ان پر فوقیت جنہوں نے کفر کیا یوم قیامت تک، پھر تمہیں پلٹنا ہے میری طرف پس تمہارے درمیان فیصلہ کروں گا اس میں جو تم تھے جس میں تھے اختلاف کرنے والے۔

یعنی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے کہا کہ اے عیسیٰ یہ تمہیں قتل نہیں کر سکیں گے یعنی تیری موت ان کے قتل کرنے سے نہیں ہوگی بلکہ میں تجھے وفات دوں گا یعنی تیری موت طبی موت ہوگی جو کہ کوئی بھی انسان اپنی زندگی پوری کرتا ہے اور بڑھاپے میں جا کر اس کی وفات ہوتی ہے۔ اور یہی وعدہ اللہ سبحان و تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم علیہا السلام سے پہلے ہی کر چکے ہوئے تھے۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اِسْمُهُ الْمَسِيْحُ

عِيسٰى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ . آل عمران ۴۵

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ . آل عمران ۴۶

جب کہا ملائکہ نے اے مریم اس میں کچھ شک نہیں اللہ بشارت دیتا ہے تجھے ساتھ کلمے کے اس سے، اسم ہوگا اس کا المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیہ ہوگا دنیا میں اور آخرت میں بھی اور مقربین سے۔

اور کلام کرے گا انسانوں سے ماں کی گود میں اور ادھیڑ عمر یعنی آخری عمر بڑھاپے میں اور صلاح کرنے والوں سے ہوگا۔

اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے ان کی ماں مریم علیہا السلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم

ماں کی گود اور بڑھاپے میں بھی انسانوں سے کلام کرے گا۔ یہی اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ **إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** بیشک میں تجھے وفات دوں گا۔ اللہ سبحان و تعالیٰ کسی کو بھی وفات پوری زندگی گزارنے کے بعد بڑھاپے میں دیتے ہیں اگر کوئی انسان اس سے پہلے ہی مر جاتا ہے تو اس کی وجوہات کوئی اور ہوتی ہیں۔

کہ اے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام یہ تیری موت ان کے ہاتھوں قتل ہونے سے نہیں ہوگی یہ اپنی چال میں کامیاب نہیں ہوں گے بلکہ میں تجھے وفات دوں گا تو اپنی پوری زندگی مکمل کر کے ہی موت کا ذائقہ چکھے گا۔ اور یہ جو تجھے مصلوب کریں گے یہ تجھ پر آزمائش ہوگی جس کے بدلے تجھے رفع کروں گا اپنی طرف یعنی تیرے درجات بلند کروں گا یہی اللہ کا قانون ہے۔

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اور پاک کر دوں گا تجھے ان سے جنہوں نے کفر کیا۔ اور انہوں نے کفر کے سبب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام اور ان کی ماں پر عظیم بہتان لگائے تھے۔ جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا۔ ان الزامات سے اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو پاک کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اس کے علاوہ ان لوگوں سے جسمانی طور پر بھی نکال لینا تھا کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا کفر کرنے والے نجس اور خبیث ترین اور لعنت زدہ لوگ تھے اس لیے جسمانی طور پر بھی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے وہاں سے نکالنے کا وعدہ کیا اور اللہ سبحان و تعالیٰ نے وہاں سے ایسے خفیہ طریقے سے نکال لیا کہ یہود قیامت تک یہی سمجھتے رہیں کہ انہوں نے جسے قتل کیا تھا وہ اصل مسیح نہیں تھا اس لیے اصل مسیح ابھی آئے گا لحاظ وہ اسی دھوکے میں اپنے کفر کے سبب قیامت تک لعنت زدہ رہیں مسیح کے انتظار میں ہی رہیں۔

اور اسی طرح اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم اور ان کی والدہ مریم علیہا السلام کو وہاں سے نکال کر مشرق میں اس خطے میں پہنچا دیا جہاں بنی اسرائیل کے باقی دس قبائل میں سے ایمان لانے والوں کو جمع کرنا مقصود تھا۔ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے دنیا کے مشرق میں پھیلے ہوئے بنی اسرائیل کو موجودہ پاکستان کے قبائلی علاقوں اور اس سے ملحقہ افغانستان کے علاقے میں ایک جگہ جمع کیا جو آج بھی پشتون قوم کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ انہیں دس قبائل کو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے آخری نبی احمد رسول اللہ ﷺ کی بھی بشارت دی یہی وہ وجہ تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مبعوث ہونے پر جیسے ہی پشتون قوم تک عرب سے یہ خبر پہنچی تو یہ قوم اس کی تصدیق ہوتے ہی ایمان لے آئی۔ اس طرح اللہ سبحان و تعالیٰ نے نہ صرف اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے جسمانی طور پر پاک کیا بلکہ ان پر ایمان لانے والوں کو کفر کرنے والوں پر فوقیت دی۔ باقی جو ان کے الزامات سے پاک کرنا تھا اس کا ذکر بھی یہاں کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور پاک کر دوں گا تجھے کفر کرنے والوں سے۔

جو جو الزامات انہوں نے لگائے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان تمام الزامات سے پاک کر دیا اور یہ سلسلہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا قیامت تک جاری رہے گا ہر وقت کے تقاضے کے مطابق۔

مثلاً جو انہوں نے اپنی طرف سے جو سب سے بڑا الزام لگایا تھا وہ یہ تھا کہ عیسیٰ فساد فی الارض کا مرتکب ہوا ہے۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل پر فساد فی الارض کی سزا بہت سخت مقرر کی تھی جس کا قرآن میں بھی ذکر ہے۔ اور فساد فی الارض کے مرتکبین کو بنی اسرائیل مصلوب کیا کرتے تھے۔ یعنی جسے بھی مصلوب کیا جاتا تھا سب لوگ اس کو لعنتی سمجھتے تھے۔ یہ بہت بڑا الزام تھا۔

اس کا جواب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قرآن میں بھی دے دیا۔

ایک تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کو عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی یہ خبر دے دی تھی جو پیچھے آیت میں گزرا ہے **وَمِنَ الصَّالِحِينَ . آل عمران ۴۶** اور ہوگا صالحین سے۔ صالحین صالح کی جمع ہے صالح کی ضد مفسد ہے۔ یہود نے الزام لگایا تھا کہ عیسیٰ مفسد ہے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس الزام کا نہ صرف جواب دیا بلکہ اسے عملاً کچھ ہی وقت بعد ثابت بھی کر دیا عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کو زمین میں تمکن دے کر۔

وَزَكْرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِلْيَاسَ ۖ كُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِينَ . الانعام ۸۵

اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس سب کے سب صالحین سے تھے یعنی اصلاح کرنے والوں سے تھے نہ کہ مفسدوں یعنی فساد کرنے والوں میں سے۔

قرآن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا یہ گواہی دینا غیر معمولی بات ہے۔ آج دنیا کی اکثریت پر واضح ہو چکا ہے کہ قرآن حق ہے دنیا کی کوئی طاقت قرآن میں کوئی ایک بھی خامی تلاش نہیں کر سکی اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود۔ خود عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے جو اپنے بعد اللہ کے نبی و رسول احمد کی بشارت دی تھی اور جب احمد آئے تو انہوں نے پوری دنیا پر واضح کر دیا اپنے عمل سے کہ وہ اصلاح کرنے والے ہیں اور ان سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام بھی اسی مشن اور اسی مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے۔

دوسرا الزام جو کہ پہلا تھا اور پہلے الزام کی ہی خصوصیت رکھتا ہے کہ عیسیٰ نعوذ باللہ زنا کی پیداوار ہے۔ اس کا جواب بھی اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں بہت صراحت کیساتھ واضح کر دیا۔ یہاں ایسی تمام آیات جن میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر ہے۔۔۔۔۔

[illegible]

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ج وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ط وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا . النساء ١٥٧

اور ان کا کہنا ہے یعنی یہود کا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو۔
اور وہ اسے قتل نہیں کر سکے اور وہ اسے مصلوب نہیں کر سکے اور لیکن شبہ ہے ان کا، اور اس میں کچھ شک نہیں جنہوں نے
اختلاف کیا اس میں وہ اس سے شک میں ہیں، نہیں ان کے لیے ساتھ اس کے علم سے مگر اتباع کرتے ہیں ظن کی، اور وہ
نہیں اسے قتل کر پائے یقیناً۔

بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا. النساء ٥٨ ا

بلکہ رفع کیا اسے اللہ نے اپنی طرف، اور تھا اللہ زبردست حکمت والا۔

پیچھے جو وضاحت گزر چلی اب اس کی روشنی میں ان دونوں آیات کو دیکھیں تو بالکل واضح سمجھ آ جائے گی کہ اللہ سبحان و تعالیٰ

نے کیا کہا ہے۔ کہ یہود کا تو قول ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا اور اللہ سبحان و تعالیٰ نے بتا دیا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام وہی مسیح اور اللہ کے رسول تھے جس کا بنی اسرائیل سے وعدہ کیا گیا تھا اس لیے یہ عیسیٰ ابن مریم کو قتل نہیں کر سکے جو ان کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو مصلوب کیا یعنی بذریعہ صلیب کے قتل کیا۔ کیونکہ عیسیٰ ابن مریم بنی اسرائیل کی طرف رسول تھے لیکن جب یہ واقعہ پیش آیا تب تک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام بنی اسرائیل کے تیرہ قبائل میں سے صرف تین تک ہی اللہ کی دعوت پہنچا چکے تھے اور دس قبائل باقی تھے تو ایسا کیسا ہو سکتا ہے کہ اللہ کا رسول مقصد رسالت کے پورا ہونے سے پہلے قتل ہو جائے یا وفات پا جائے۔ اس لیے ان عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل کرنے کا دعویٰ جھوٹا ہے اور اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ ان کے اس دعوے کی بنیاد کیا ہے۔

ان کے اس دعوے کی بنیاد یہ ہے کہ انہوں نے خود اپنے ہاتھوں سے انہیں صلیب پر چڑھایا اور صلیب پر ان کی موت کا یقین ہو جانے کے بعد اتارا۔ اور یہی آج تک وہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں جو ایسا پڑھتے ہیں یا سنتے ہیں۔ مگر حقیقت کا ان کو علم نہیں ہے۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس وقت اس واقعے کی اصل حقیقت کو یہود سے چھپا دیا تھا جس کی وجہ سے یہود کو اس کا علم نہیں۔ اس لیے ایسے لوگ صرف ظن کی اتباع کرتے ہیں نہ کہ ان کے پاس علم ہے۔

اور علم کیا ہے وہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے واضح کر دیا اور انہوں نے اپنی طرف سے جو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو قتل کیا جو کہ انہوں نے انہیں صلیب پر چڑھایا تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اس آزمائش میں ڈال کر انہیں اپنی طرف رفع کیا یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے درجات کو بلند کر دیا اس آزمائش کے ساتھ۔

یہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے کہا کہ یہ قتل کا دعویٰ کر رہے ہیں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بذریعہ صلیب لیکن یہ قتل نہیں کر پائے بلکہ اس آزمائش کے ساتھ اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم کو اپنی طرف رفع کیا۔ اور یہ زمین کی طرف جھک گئے اپنی خواہشات کی اتباع کر کے اگر یہ اس پر ایمان لے آتے تو اللہ سبحان و تعالیٰ ان کا بھی رفع کرتا لیکن یہ زمین کی طرف جھک گئے یوں آخرت میں یہ اسی زمین میں رہیں گے جو کہ جہنم میں تبدیل ہو چکی ہوگی اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ اپنی طرف جنت میں بلند مقام پر فائز کریں گے۔

وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا کے علاوہ دونوں آیات کی تفصیل پیچھے گزر چکی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس کے بعد کہا کہ اللہ تہا زبردست حکمت والا۔ الحمد للہ ہم پیچھے کتاب میں حکمت کو سمجھ چکے ہوئے ہیں لیکن یہاں مختصر بیان کر دیتے

ہیں تاکہ اگر ذہن میں نہ ہو تو دوبارہ یاد ہو جائے اور آیت احسن طریقے سے سمجھ آ جائے۔

حکمت کہتے ہیں علم کے استعمال کو۔ یعنی اگر آپ نے کھانا پکانا ہے تو اس کے لیے کیا کیا درکار ہے اور کتنی کتنی مقدار میں درکار ہے یہ تو علم کہلائے گا لیکن اس علم کا کیسے استعمال کیا جائے کہ مطلوبہ نتائج حاصل ہوں وہ حکمت کہلائے گی یعنی کہ کب آگ جلانی ہے کتنی جلانی ہے، کب برتن رکھنا ہے، کب گھی ڈالنا ہے اسی طرح کب کون کون سی اشیاء ڈالنی ہیں اور کتنا کتنا پکانی ہیں کہ مطلوبہ کھانا تیار ہو جائے یہ حکمت کہلاتی ہے۔

پیچھے الحمد للہ بہت تفصیل گزر چکی کہ اللہ کی حکمت کیا تھی اس میں سب سے پہلی بات کہ عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا گیا تھا جو کہ پوری دنیا میں بکھرے پڑے تھے۔ ان میں سے پہلے یہود کی طرف بھیجا گیا جنہوں نے ان کا کفر کیا الزامات لگائے اور اپنی طرف سے قتل کر چکے مگر حقیقت کیا تھی جو اللہ کی چال تھی اس کی وضاحت پیچھے گزر چکی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے جوعطا کیا تھا اسی کے سبب وہ آزمائش میں ڈالے گئے یعنی انہیں واقعہ صلیب کی تکالیف کو برداشت کرنا پڑا۔ چونکہ یہ یہی اللہ کا قانون اور اس کی سنت ہے کہ وہ بغیر آزمائش میں ڈالے کسی کا بھی درجہ نہ بڑھاتا ہے اور نہ ہی کم کرتا ہے۔ تو اس آزمائش کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے نزدیک مقربین میں سے ہو گئے۔ اس کے علاوہ اللہ کی جو حکمت تھی وہ باقی بنی اسرائیل کی طرف عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجنا تھا تاکہ ان سے اللہ کا کیا ہوا وعدہ پورا ہو۔ عیسیٰ علیہ السلام انہیں دعوت دیں اور جو ایمان لے آئیں ان سب کو دنیا میں جہاں جہاں بکھرے ہیں ایک جگہ اکٹھا کر دیں۔

جو کہ تب ہی ممکن تھا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام وہاں سے ہجرت کر کے باقی بنی اسرائیل کی طرف جاتے جہاں جہاں وہ بکھرے ہوئے تھے۔ تاکہ کفر کرنے والوں کے علاوہ باقی سب ایمان لے آئیں اور اللہ کا ان سے کیا ہوا وعدہ پورا ہو جائے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے وقامہ صلیب کے بعد کہاں ہجرت کی اس کا ذکر بھی ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ

شَهِيدًا. النساء ۱۵۹

اور نہیں اہل کتاب سے مگر کہ ایمان لے آیا تھا اس کیساتھ اس کی موت سے قبل، اور یوم قیامت ہوگا ان پر گواہی دینے والا۔

لِیُؤْمِنَنَّ۔ یہ ماضی کے صیغے کیساتھ ہے جس کے معنی ایمان لے آیا تھا۔ یعنی ایسا ماضی میں ہو چکا ہے۔
لیکن اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کب اور کیسے ہوا؟

جیسا کہ پیچھے مختلف مقامات پر بہت ہی صراحت کیساتھ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی صلیب پر موت نہیں ہونے دی اس لیے کہ وہ پوری بنی اسرائیل کے لیے بھیجے گئے تھے۔ اگر اس وقت ان کا قتل ہو جاتا تو بنی اسرائیل کے باقی دس قبائل تک اللہ کا رسول مسیح نہ پہنچ پاتا جو کہ اللہ کے وعدے کے خلاف ہو جاتا اور ایسا اللہ کے قانون میں ہرگز نہیں ہے۔

جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بچا لیا تو پھر اس سے آگے کا مرحلہ شروع ہوا۔ جو کہ وہاں سے ہجرت کر کے ان قبائل تک اللہ کی دعوت لے کر جانا تھا جو دنیا کے مشرق میں پھیلے ہوئے تھے۔

تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہوا جو کہ قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ کا بیان کردہ یہ واقعہ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ایسا ہی ہوا تو پھر قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام کی ہجرت اور پھر وہ ہجرت کر کے کہاں گئے اس کا جواب بھی ضرور دینا چاہیے۔ اور جب ہم ان سوالات کو قرآن پر پیش کریں تو قرآن ہمیں حیران کن طور پر ایسا جواب دیتا ہے کہ حیرانگی کا یہ عالم طاری ہوتا ہے کہ جیسے پاؤں تلے سے زمین نکل جائے۔ جو درج ذیل آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے بیان کیا ہے۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَهُمَا إِلَىٰ رُبُوعٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ۔ المومنون ۵۰

آوَيْنَهُمَا۔ ہم نے ان دونوں کو پناہ دی

دین کی خاطر ہجرت کرنا یا جہاں پر ایک مومن پر اللہ کی زمین تنگ ہو جائے وہاں سے ہجرت کر کے جہاں پناہ ملے اسے عربی میں **اَوَىٰ** کہا جاتا ہے۔

رُبُوعٍ۔ جنت نما سرسبز باغات والی چشموں والی پہاڑی وادی، ایسا علاقہ جہاں بہت زیادہ پہاڑ ہوں۔

ذَاتِ قَرَارٍ۔ رہنے یا ٹھہرنے کی جگہ۔

مَعِينٍ۔ مددگار، ایک مقررہ مدت جیسے دنیا میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے جس مدت تک کے لیے انسان کو بسایا وہ مدت بھی معین کہلاتی ہے۔

معین کے ایک معنی مقررہ مدت تک۔ کوئی مقررہ مدت تھی جس کے لیے اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو پناہ دی ایک جنت نما سرسبز باغات والے پہاڑی علاقے میں۔ جب ہم قرآن سے اس کا جواب حاصل کریں تو قرآن اس کا جواب یوں دیتا ہے۔

إِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ

تب کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا

وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور تجھے پاک کروں گا ان سے جنہوں نے تیرا کفر کیا

جب یہود نے اپنی طرف سے مصلوب کیا تو وہاں ایک تو عیسیٰ علیہ السلام پر زمین تنگ ہو چکی تھی وہ وہاں نہیں رہ سکتے تھے کیوں کہ اس وجہ سے یہود پر حقیقت عیاں ہو جاتی اور وہ ان پر ایمان لا کر حلال شدہ غضب سے بچ جاتے اور ایسا اللہ کے قانون میں نہیں ہے اس لیے وہاں سے خفیہ طریقے سے نکلنا فرض تھا کہ یہود کو اس کا علم ہی نہ ہو کہ آپ زندہ ہیں۔

اور دوسری وجہ یہ تھی کہ عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے باقی دس قبائل کی طرف اللہ کی دعوت لیکر جانا تھا۔ اور جس کے لیے کسی ایک ایسی جگہ کا مقرر ہونا لازم تھا جسے وہ اپنا دار الخلافہ بنا سکیں یعنی ہیڈ کوارٹر بنا سکیں تاکہ ان کی والدہ مستقل وہیں رہے اور باقی تمام بنی اسرائیل کو بھی وہاں جمع کیا جاسکے۔ یہی وہ مقام تھا جہاں پر عیسیٰ علیہ السلام کو معین مدت تک یعنی اپنی وفات تک رہنا تھا۔ کیونکہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے مریم علیہا السلام سے ان کے بیٹھے کی وفات سے پہلے ہی یہ وعدہ کیا تھا۔

إِذْ قَالَتِ الْمَلَكَةُ يٰمَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيحُ

عِيسَىٰ ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ . آل عمران ۴۵

وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ . آل عمران ۴۶

جب کہا ملائکہ نے اے مریم اس میں کچھ شک نہیں اللہ بشارت دیتا ہے تجھے ساتھ کلمے کے اس سے، اسم ہوگا اس کا المسیح عیسیٰ ابن مریم وجیہ ہوگا دنیا میں اور آخرت میں بھی اور مقربین سے۔

اور کلام کرے گا انسانوں سے ماں کی گود میں اور ادھیڑ عمر یعنی آخری عمر بڑھاپے میں اور صلاح کرنے والوں سے ہوگا۔

جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ وعدہ مریم علیہا السلام سے کیا تھا تو مریم علیہا السلام کو اپنی زندگی میں ہی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بڑھاپے کی زندگی میں دیکھنا قدر میں ہو چکا۔ جب واقعہ صلیب پیش آیا تو اس وقت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی عمر چالیس سال تھی جو کہ بڑھاپا نہیں ہوتا۔ اور پھر اللہ سبحان و تعالیٰ نے یہ بھی نہیں کہا کہ درمیان میں اسے جسمانی طور پر اٹھالوں گا اور دوبارہ نازل کروں گا کہ وہ بڑھاپے تک زندگی گزار کر دوبارہ موت آئے گی۔ ایسا کہیں بھی کچھ بھی نہیں ہے بلکہ اللہ نے قرآن میں جو وعدہ کر دیا وہ پورا ہونا اٹل ہو چکا جو کہ اپنے وقت پر ماحی میں ہو چکا۔ اگر عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا اور دوبارہ نازل کیا جائے گا تو پھر مریم علیہا السلام کو بھی دوبارہ زندہ ہونا پڑھے گا کہ وہ اپنی آنکھوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھاپے میں باتیں کرتا دیکھ سکیں۔

اس آیت سے مراد وہ وقت لیا جاتا ہے جب مریم علیہا السلام عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے پہلے ایک طرف چلی گئی تھیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد واپس آئیں۔ بلاشبہ یہ آیت اس واقعے کا بھی احاطہ کرتی ہے لیکن اس آیت میں غور طلب بات یہ ہے کہ آیت میں پہلے ابن مریم کا ذکر ہے اس کے بعد ان کی ماں کا ذکر ہے۔ اور مریم علیہ السلام کا ذکر جن الفاظ میں آیا ہے اس سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ یہ صرف وہ واقعہ نہیں ہے درحقیقت یہ ایک الگ واقعہ ہے جس کا مرکزی کردار عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام تھے یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے اپنی ماں کے ساتھ ہجرت کی نہ کہ مریم علیہ السلام نے اپنے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ اور یہ حالات صرف اسی وقت پیش آئے جن کا ذکر اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں تفصیل کیساتھ کر دیا جن کا پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ واقعہ صلیب سے اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بچا لیا اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کے ساتھ اس طرف ہجرت کی جہاں بنی اسرائیل کے باقی دس قبائل بکھرے پڑے تھے۔ اور باقی زندگی عیسیٰ علیہ السلام نے وہیں گزاری جہاں ہجرت کے بعد مقیم ہوئے اور وہ جگہ پاکستان اور افغانستان کے قبائلی علاقے ہیں جہاں آج پشتون قبائل مقیم ہیں اور یہی پشتون قبائل بنی اسرائیل کے دس گمشدہ قبائل ہیں جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور انہیں کی بشارت سے بعد میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہونے کے ساتھ ہی ان پر بھی ایمان لے آئے۔ اسی علاقے میں عیسیٰ علیہ السلام اپنی وفات تک مقیم رہے اور یہیں ان کی وفات ہوئی جو اللہ کا وعدہ تھا اسی ضمن میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ درج ذیل ہیں۔

یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی عمر والی حدیث

اور ان کی وفات سے پہلے تمام کے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لا چکے تھے جس کا ذکر اللہ سبحان و تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں کیا ہے۔

وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ

شَهِيدًا . النساء ۱۵۹

اور نہیں اہل کتاب سے مگر کہ ایمان لے آیا تھا اس کیساتھ اس کی موت سے قبل، اور یوم قیامت ہوگا ان پر گواہی دینے والا۔ لیکن بہت ہی تھوڑا عرصہ گزرا تھا جو کہ تقریباً دو سو سال کا عرصہ بنتا ہے اس کے بعد اہل کتاب کی اکثریت نے عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت عقائد اخذ کر لیے جو آج تک جاری ہیں اور قیامت تک جاری رہیں گے۔

اور اسی بارے میں اللہ سبحان و تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام سے روز قیامت یعنی روز محشر سوال کریں گے۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ ۚ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ

أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ . المائدہ ۱۰۹

جس یوم جمع کرے گا اللہ رسولوں کو پس پوچھے گا کیا تمہاری دعوت کو قبول کیا گیا، جواب دیں گے نہیں ہے علم ہمارے لیے اس میں کچھ شک نہیں صرف اور صرف تو ہی تمام کت تمام غیوب کا علم رکھنے والا ہے۔

یعنی اللہ سبحان و تعالیٰ روز محشر تمام کے تمام رسولوں سے پوچھے گا کہ تمہیں جو دعوت دے کر بھیجا گیا کیا تمہاری اس دعوت کو قبول کیا گیا تمہارے دنیا سے جانے کے بعد۔ رسولوں کے جانے کے بعد رسولوں کو اس کا علم کیسے ہو سکتا ہے کیوں کہ یہ تو ان کے لیے غیب ہوگا اس لیے وہ یہی جواب دیں گے کہ اے اللہ تو نے جو پیغام دے کر ان کی طرف بھیجا ہم نے تو انہیں وہ پیغام پہنچا دیا اور ہمارے پیغام پہنچا دینے کے بعد آیا ہماری دعوت کو قبول کیا گیا یا رد کیا گیا اس کا علم تو صرف اور صرف تجھے ہی ہے۔ اسی یوم کا احوال بیان کرتے ہوئے اللہ سبحان و تعالیٰ کہتے ہیں کہ جب عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے پوچھا جائے گا تب کہے گا

اللہ

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَیْكَ وَ عَلٰی وَالدَّتِكَ
 اِذْ اٰیَدْتُكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۚ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا ۚ وَ اِذْ
 عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰتَ وَ الْاِنْجِلَ ۚ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ
 الطِّیْنِ كَهَيْئَةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَ تَبْرِئُ
 الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ ۚ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیَّ
 اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا
 سِحْرٌ مُّبِیْنٌ

تب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میری نعمتوں کو جو تم پر پت کیوں اور تیری والدہ یعنی تجھے جنم دینے والی پر، جب دیا
 تجھے ہاتھ یعنی قوت ساتھ روح القدس کے، اس قوت کے ساتھ تو کلام کرتا تھا لوگوں سے ماں کی گود میں اور بڑھاپے میں بھی
 اور جب علم دیا تجھے کتاب کا اور اس علم کو استعمال کیسے کرنا ہے کہ مطلوبہ مقصد ٹھیک سے پورا ہو اور تورات کا اور انجیل کا، اور
 جب تو اس قوت کیساتھ جو تجھے روح القدس کیساتھ دی گئی خلق کرتا تھا زمین کے عناصر سے جیسے فضا میں اڑنے والا ہوتا ہے
 میرے حکم سے پس اس قوت کیساتھ تو پھونکتا تھا اس میں پس ہو جاتا تھا فضا میں اڑنے والا میرے حکم سے اور دور کر دیتا تھا مادر
 زادانڈھے کا اندھا پن اور کوڑھ میرے حکم سے اور جب نکالتا تھا موت کو میرے حکم سے اور جب تجھے بنی اسرائیل کے تجھے
 قتل کرنے کے باوجود زندہ رکھا جب تو گیا ان کے پاس بینات کیساتھ یعنی جو وہ کر رہے تھے علم کیساتھ وہ سب کھول کر واضح
 کر دیا اور کیا کرنا ہے وہ بھی پس کہا انہوں نے جنہوں نے ان میں سے کفر کیا تھا نہیں ہے یہ مگر کھلم کھلا جادو۔

وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیَّ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ.

كَفَفْتُ. کف کہتے ہیں کسی کو کام کرنے سے ایسے روک دینا کہ مثال طور پر آپ اپنی طرف سے کوئی کام مکمل کر دیں لیکن
 درحقیقت وہ کام مکمل نہ ہوا ہو۔ جیسے آج تقریباً ہر کسی کے ساتھ ایسا واقعہ اکثر پیش آتا ہے جو لوگ بھی کمپیوٹر استعمال کرتے

ہیں وہ کوئی فائل اپنی طرف سے کمپیوٹر میں محفوظ کرتے ہیں لیکن وہ حقیقت میں محفوظ نہیں ہوتی اور یہ حقیقت تب کھلتی ہے جب اسی فائل کی ضرورت پڑی ہے تو اس فولڈر کو کھولا جاتا ہے۔ اور ایسا کسی نہ کسی غلطی کی وجہ سے ہوتا ہے جس غلطی کی کمپیوٹر کے نظام میں گنجائش نہیں ہوتی۔ بلکل اسی طرح بنی اسرائیل نے اپنی طرف سے تو عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بذریعہ صلیب قتل کر دیا لیکن حقیقت یہ تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کے اس مقصد کو پورا ہی نہ ہونے دیا اس کے باوجود کہ وہ یہی سمجھتے رہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے۔ اس آیت میں یہ لفظ کف بھی اس کی کھول کر وضاحت کرتا ہے کہ صلیب پر عیسیٰ علیہ السلام کو ہی چڑھایا گیا لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہود کے اس مقصد کو پورا ہی نہیں ہونے دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت صلیب پر نہیں ہونے دی اور اس کے برعکس یہود یہ سمجھتے رہے کہ وہ قتل کر چکے۔

اس کے علاوہ اگلی آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی مزید نعمتوں کو یاد کرایا اور بتدریج درج ذیل آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام سے جو پوچھا اور پھر اس کے جواب میں عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے جو کہا وہ درج ذیل ہے۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ يٰعِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ ءَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمِّيَ
الْهَيْئَ مِنْ دُونِ اللَّهِ. المائدہ ۱۱۲

اور تب کہا اللہ نے اے عیسیٰ مریم کے بیٹے کے تُو نے کہا تھا لوگوں کو کہ اخذ کرو مجھے اور میری ماں کا الہ اللہ کے علاوہ۔ یعنی کیا

تُو نے لوگوں کو کہا تھا کہ اللہ کے علاوہ میری اور میری ماں کی غلامی کرو، دونوں سے منسوب باتوں کو مانو۔

قَالَ سُبْحَنكَ مَا يَكُونُ لِيْٓ أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِيْٓ بِحَقِّ طَٓ إِنَّ كُنْتُ
قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ طَ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ أَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ طَ إِنَّكَ

أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ. المائدہ ۱۱۲

جواب دے گا پاک ہے تُو یعنی تُو نے اگر مجھے رسول بنایا تو اے اللہ تو کسی ایسے کو رسول نہیں بنا سکتا کہ جو اس طرح کہے اس لیے نہیں تھا میرے لیے کہ میں ایسا کہتا بلکل بھی مجھے ایسا کہنے کا کوئی حق نہیں تھا، اگر ایسا کہا ہوگا تو پس تجھے اس کا علم ہوگا، مجھے اس کا علم ہے جو میرے نفس میں ہے اور نہیں علم مجھے اس کا جو تیرے نفس میں ہے اس میں کچھ شک نہیں صرف اور صرف تو

ہی تمام کے تمام غیوب کا علم رکھنے والا ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنْ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. المائدہ ۱۱۳

نہیں کہا میں نے انہیں مگر جو تو نے مجھے امر کیا تھا ساتھ اس کے کہ غلامی کرو اللہ کی جو میرا رب ہے اور تمہارا رب ہے اور ہوں میں گواہی دینے والا ان پر جب تک میں ان میں رہا۔ پس جب تو نے وفات دے دی مجھے تو تھا رقیب ان پر یعنی جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس کے بعد میں ان پر شاہد نہیں بلکہ تو شاہد تھا اور تو ہی ہر شے پر گواہی دینے والا ہے۔

ان آیات کو سامنے رکھیں تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے جب کہا کہ اے عیسیٰ ابن مریم تو نے کہا تھا کہ تجھے اور تیری ماں کو الہ بنالیں تو اس کے جواب میں عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی تردید کر دی کہ مجھے ایسے کہنے کا کوئی حق نہیں تھا اور میں نے وہی کہا جو کہنے کا تو نے مجھے حکم دیا تھا اور میں تو ان کے اس حال کی گواہی دے سکتا ہوں جب تک میں ان کے درمیان رہا۔ یعنی جب تک میں ان کے درمیان رہا اس وقت تک ایسا کچھ بھی نہیں ہوا کہ انہوں نے مجھے اور میرے ماں کو الہ بنا لیا ہو۔ جب تک میں ان کے درمیان تھا تب تک مجھ پر ایمان لانے والوں نے وہی کیا جس کا تیری طرف سے میں نے انہیں حکم دیا تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس کے بعد سے اب تک یعنی قیامت تک کیا ہوا اس کا مجھے علم نہیں وہ تجھے علم ہے اس لیے تو جانے اور تیرے یہ غلام جاس جو آج تیرے سامنے ہیں۔

اس آیت میں بالکل واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیامت کے یوم ہی عیسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والوں کو آمنے سامنے لایا جائے گا اس سے پہلے نہیں جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ

پس جب تو نے مجھے وفات دے دی تھی تو ہی تھا ان پر رقیب۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي . پس جب تو نے مجھے وفات دے دی تھی۔

بلکل واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی وفات کے بعد قیامت کے روز ہی باقی انسانوں کیساتھ اٹھائے جائیں گے اور وہیں آمناسا منا ہوگا اس سے پہلے نہیں۔ اور پھر وفات کب ہوئی اس کا ذکر بھی اللہ سبحان و تعالیٰ نے بلکل واضح طور پر کر دیا۔

وَمَكْرُؤًا وَمَكَرَ اللَّهُ ط وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينَ . آل عمران ۵۴

اور ان کی چال اور اللہ کی چال، اور اللہ خیر ہے چالیں چلنے والے

إِذْقَالَ اللَّهِ يَعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَى وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ
كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ۚ ثُمَّ

إِلَىٰ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ

تب کہا اللہ نے اے عیسیٰ بیشک میں تجھے وفات دوں گا اور رفع کروں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھے ان سے جنہوں نے کفر کیا اور کر دوں گا ان لوگوں کو جنہوں نے تیری اتباع کی فوقیت ان پر جنہوں نے کفر کیا یوم قیامت تک، پھر میری طرف تم پلٹو گے پس فیصلہ کر دوں گا تمہارے درمیان اس میں تجھے تم جس میں اختلاف کرنے والے۔

۵۴ إِذْقَالَ اللَّهِ يَعِيسَى إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَىٰ

تب کہا اللہ نے اے عیسیٰ بیشک میں تجھے وفات دوں گا اور رفع کروں گا اپنی طرف۔

اور اس کے بعد یوم قیامت ہی آمناسا منا ہوگا۔

یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام یہود کے ہاتھ آ گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا جانا تھا تب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں تجھے وفات دوں گا یعنی تیری موت ان کی چال سے یعنی ان کے اپنی طرف سے قتل کرنے سے نہیں ہوگی بلکہ تجھے میں وفات دوں گا یعنی جو وعدہ تیری ماں سے کیا تھا کہ تو ماں کی گود اور بڑھاپے میں بھی باتیں کرے گا تو وہ وعدہ

پورا ہوگا تو پوری عمر گزار کر بڑھاپے میں طبی طور پر وفات پائے گا۔ **وَرَأْفَعُكَ اِلٰی** اور رفع کروں گا یعنی بلند کروں گا تجھے اپنی طرف۔

بلکل واضح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو رفع یعنی بلند ان کی وفات کے بعد کیا گیا نہ کہ پہلے اور وفات کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا والوں سے آمنا سا مناکب ہوگا اس کا جواب بھی اللہ سبحان و تعالیٰ نے اسی آیت میں دے دیا کہ یوم قیامت ہی اور اس کے علاوہ اس کا جواب اللہ سبحان و تعالیٰ قرآن کے ایک اور مقام پر بھی دے دیا جو آیات پیچھے گزر چکی ہیں کہ اس یوم جب تمام رسولوں کو جمع کیا جائے گا یعنی یوم محشر نہ کہ اس سے پہلے۔ جس سے ایسے تمام باطل عقائد کی موت ہو جاتی ہے جن میں عیسیٰ ابن مریم کا اسی وجود کیساتھ دنیا میں واپس آسمانوں سے اترنا لیا جاتا ہے۔

جس آیت میں اللہ نے یہ کہا **اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ** بیشک میں تجھے وفات دوں گا۔ وہاں **مُتَوَفِّیْکَ** کا ترجمہ تجھے اٹھالوں گا یا پورا واپس لے لوں گا کیا جاتا ہے اگر اللہ نے اٹھالیا یا پورا واپس لے لیا تو پھر اللہ سبحان و تعالیٰ کو یہود کی چال چلنے کے بعد بھی یہی الفاظ استعمال کرنا چاہیے تھے لیکن وہاں اس کے برعکس الفاظ ہیں۔

بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ

بلکہ رفع کیا اسے اللہ نے اپنی طرف۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کے قول کو قول حجت بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے فقہ اور تاول کی دعا کی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں یوں فرماتے ہیں۔

وقال ابن عباس: ”متوفیک“ ممیتک۔ بخاری

اور کہا ابن عباس نے ”متوفیک“ میں تجھے موت دوں گا

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله: ”انی متوفیک“۔ یقول: انی

ممیتک۔ ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن المنذر، الدر المنثور

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اپنے قول میں ”انی متوفیک“ کی تفسیر میں کہتے ہیں ”اس میں کچھ شک نہیں میں تجھے موت دوں گا“ یعنی بالکل واضح ہے یہ کہ یہود کے قتل کرنے سے تیری موت نہیں ہوگی تیری موت میرے طرف سے وفات دینے سے ہوگی اس لیے یہ تجھے قتل نہیں کر سکیں گے تُو اپنی پوری زندگی گزار کر وفات پائے گا۔

جب یہود نے یہ دعویٰ کیا کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا ہے تو اللہ نے ان کے جواب میں یہ کہا کہ تم عیسیٰ ابن مریم کو قتل نہیں کر سکتے بلکہ تمہاری اس حرکت کی وجہ سے عیسیٰ ابن مریم پر آزمائش آئی جس کے بعد اللہ نے اسے اپنی طرف رفع کیا اور رفع اللہ کیسے کرتے ہیں قرآن کے بہت سے مقامات پر اللہ سبحان و تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اللہ کے قانون میں رفع درجات کو کیا جاتا ہے۔

یعنی بالکل واضح ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے دو وعدے کیے تھے اس بارے میں ایک یہ کہ جب یہود عیسیٰ ابن مریم کو صلیب پر چڑھانے والے تھے اور عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ ان کی موت ہونے والی ہے تب اللہ نے یہ کہا **إِنِّي مُتَوَفِّيكَ** کہ تیری موت ان کے قتل کرنے سے نہیں ہوگی میں تجھے وفات دوں گا اور دوسرا

وعدہ یہ کہ **وَرَأْفِعُكَ إِلَى** اور تجھے اپنی طرف رفع یعنی بلند کروں گا۔ یعنی کہ ان کے تجھے اپنی طرف سے قتل کرنے سے تجھ پر جو آزمائش آئے گی اس کے بدلے میں تجھے اپنی طرف رفع کروں گا تیرے درجات بلند کروں گا جو اللہ کا قانون ہے بعض رسولوں پر یوں اللہ کا مریم علیہا السلام سے یہ وعدہ بھی پورا ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا اور آخرت میں وجیہ اور مقربین میں سے ہوگا۔

ہو دو وعدے تھے اللہ کے نہ کہ ایک وعدہ۔ وفات دینا الگ تھا اور رفع کرنا الگ۔ پھر وفات پہلے اور رفع وفات کے بعد اللہ نے کہا۔ جس سے یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے واقعہ صلیب کے بعد بھی زندگی گزاری بڑھاپے تک اور وہ اس دوران اپنی وفات تک کوئی ایسا کام کرتے جو اللہ کے ہاں درجات میں نیچے گرا دیتا ہے تو رفع نہ کیا جاتا کچھلی ساری محنت ضائع ہو جاتی اس لیے اللہ نے رفع کرنے کا وعدہ وفات کے بعد کیا۔ اس سے بہت ہی دہلا دینے والی بات سامنے آتی ہے

کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی انسان پر آزمائش آئے اور اس کے بعد وہ سمجھے کہ اب اسے کوئی پرواہ نہیں وہ جو جی چاہے کرے وہ بہت بڑا معرکہ سر کر چکا جس کی وجہ سے وہ اللہ کا مقرب ہو چکا اور روزِ محشر فلاح پا جائے گا۔ بلکہ انسان کو اپنی وفات تک ہر لمحہ عاجزی و انکساری میں رہنے کیساتھ ساتھ ہر وقت آزمائش کے لیے تیار رہنا چاہیے اور اپنی وفات تک اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہیے یہ فلاح کا راستہ ہے نہ کہ ہیں شیطان اس وسوسے کیساتھ گمراہ کر دے کہ تو نے بہت بڑا معرکہ سر کر لیا اس لیے اب دنیاوی زندگی کے مزے لوٹ یا اب جہاد کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو نے دین کے لیے بہت قربانیاں دے لیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ اللہ سبحان و تعالیٰ کے دوا لگ الگ وعدے تھے جن کو ایک بنا دیا جاتا ہے۔ وفات اور رفع کو ایک ہی بنا دیا جاتا ہے۔ وفات کے معنی پورا واپس لے لینے اور رفع کے معنی زندہ اٹھا لینے کے کر دیئے جاتے ہیں جو سراسر قرآن سے متصادم اور قرآن میں تبدیلی کرنے کی جرأت کے مترادف ہیں۔

قرآن نے بالکل واضح کر دیا کہ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی وفات ہو چکی اور اب وہ روزِ محشر ہی باقی انسانوں کیساتھ اٹھائے جائیں گے اور بطور رسول گواہ بنا کر پیش کیے جائیں گے۔

اب ہم قرآن سے اسی بارے میں مزید ثبوت حاصل کرتے ہیں تاکہ اس کے باوجود بھی کوئی اپنے باطل عقیدے پر ڈٹا ہو تو اس کے لیے حجت کے علاوہ باقی کچھ نہ رہے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔

عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ دنیا میں آنے والے عقیدے کی وجہ کیا بنی
 رسول اللہ ﷺ نے بالکل واضح کہا تھا کہ تم یہود و نصاریٰ کی ایسے اتباع کرو گے کہ اگر وہ کسی صُلب (گوہ کی ایک قسم جو عرب صحرا میں پائی جاتی ہے) کے بل میں بھی داخل ہوئے تو تم بھی ان کے پیچھے اس میں داخل ہو گے۔ نصاریٰ کو اللہ سبحان و تعالیٰ نے نبی احمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت دی لیکن اکثریت نے نبی احمد محمد رسول اللہ ﷺ کا کفر کر دیا اور یہود سے اللہ سبحان و تعالیٰ نے ایک وعدہ کیا تھا جو تورات یہود و نصاریٰ کے پرانے عہد نامے میں مذکور ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا کہ ان کے لیے ایک مسیحا بھیجا جائے گا جو انہیں ان کے کرتوتوں کے سبب ہلاکت کے بعد یعنی جب یہ دنیا میں بکھرے پڑے ہوں گے ذلیل و رسوا ہو رہے ہوں گے تب وہ آکر انہیں دوبارہ جمع کر کے واپس وہ مقام دلانے گا جو

اللہ نے ان کے لیے منتخب کیا اور اس مسیحا کے آنے سے پہلے نبی ایلیاء یعنی الیاس علیہ السلام کو بھیجوں گا جو تصدیق کرے گا اس مسیحا کی۔

ایلیاء یعنی الیاس علیہ السلام کو بھیجنے سے مراد بنی اسرائیل نے الیاس علیہ السلام کی دوبارہ واپسی مراد لے لیا جو کہ ان کے پرانے عہد نامے میں یوں مذکور ہے۔

جب اللہ ایلیاہ نبی (الیاس علیہ السلام) کو بگولے میں آسمان پر اٹھالینے کو تھا تو ایلیاہ اور الشیخ جلیجال سے روانہ ہو کر اپنی راہ جا رہے تھے۔ (”تورات“ پرانہ عہد نامہ کتاب ۲ سلاطین، ۲:۲)

اور جب وہ باتیں کرتے ہوئے جا رہے تھے تو اچانک ایک آتشیں رتھ اور آتشیں گھوڑے نمودار ہوئے اور ان دونوں کو جدا کر دیا اور ایلیاہ کو ایک بگولے میں آسمان کی طرف اٹھالیا گیا۔ (”تورات“ پرانہ عہد نامہ کتاب ۲ سلاطین، ۲:۱۱)

دیکھو اس عظیم اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا۔ (”تورات“ پرانہ عہد نامہ کتاب ملاکی ۴:۵)

بنی اسرائیل انتظار کرتے رہے اور جب ایلیاہ نبی آگیا تو انہوں نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا یعنی اسے پہچانا ہی نہیں۔ ایلیاہ سے مراد کون تھا اس کا جواب اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں بھی دیا ہے۔

----- تکئی علیہ السلام کے کلمہ کی تصدیق کرنے والی آیت -----

بلکل یہی بات انجیل جسے بائبل یا نیا عہد نامہ کہا جاتا ہے میں یوں مذکور ہے۔

اللہ نے ایک آدمی کو بھیجا جس کا نام یوحنا (یحییٰ) تھا۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۶)

وہ اس لیے آیا کہ اُس نور کی شہادت دے اور سب لوگ اُس کے ذریعہ ایمان لائیں۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۷)

اسی کے بارے میں (عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بارے میں) یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) نے گواہی دی اور پکار کر کہا: یہ وہی ہے جس کے حق میں میں نے کہا تھا کہ جو میرے بعد آنے والا ہے۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۱۵)

اس سے بلکل واضح ہو جاتا ہے کہ ایلیاہ کو بھیجا جانے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس آنے والے مسیحا کی بشارت دے گا اور اس کی

تصدیق کرے گا اور وہ کام یحییٰ علیہ السلام کے ذریعے ہوا یوں ایلیاہ یحییٰ علیہ السلام ہوئے۔ حالانکہ بنی اسرائیل نے نہ ہی یحییٰ علیہ السلام کو تسلیم کیا وہ بضد رہے کہ نہیں ایلیاہ (الیاس علیہ السلام) خود آسمان سے اتریں گے جو اس مسیحا کہ تصدیق کریں گے۔ تو جب تک ایلیاہ یعنی الیاس علیہ السلام خود دوبارہ نہیں آتے یعنی آسمان سے نہیں اترتے تب تک وہ مسیحا بھی نہیں آئے گا۔ لیکن حقیقت کیا تھی اور کیا نکلی آج ہم پر واضح ہے۔

لیکن ایک اور بات جو جاننا بہت ضروری ہے وہ بائبل میں یوں مذکور ہے۔
 یروشلم شہر کے یہودی بزرگوں نے بعض کاہنوں اور لادویوں کو یوحنا کے پاس بھیجا تا وہ اس سے (یحییٰ علیہ السلام) سے پوچھیں کہ وہ کون ہے۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۱۹)

یوحنا نے صاف صاف اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۲۰)
 انہوں نے اس سے پوچھا: پھر تو کون ہے؟ تو ایلیاہ ہے؟
 یوحنا نے جواب دیا میں وہ بھی نہیں۔

پھر پوچھا کیا تو وہ نبی (جس کی تمام انبیاء نے خبر دی یعنی احمد رسول اللہ ﷺ) ہے؟
 اس نے جواب دیا: نہیں۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۲۱)

ان آیات میں بالکل واضح لکھا ہے کہ یحییٰ علیہ السلام کو جب پوچھا گیا کہ کیا تو ایلیاہ یعنی الیاس علیہ السلام ہے تو یحییٰ علیہ السلام نے کہا کہ نہیں اور اپنے مسیح ہونے کی بھی نہی کردی اور پھر آخر میں ایک نبی کا ذکر ہے انہوں نے وہ نبی ہونے سے بھی انکار کر دیا۔

سب سے پہلے ہم بات کرتے ہیں کہ جب یحییٰ علیہ السلام نے خود ہی کہا کہ وہ ایلیاہ یعنی الیاس علیہ السلام نہیں ہیں جن کے بارے میں بنی اسرائیل میں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ انہیں زندہ آسمانوں پر اٹھایا گیا اور انہیں دوبارہ آسمان سے اتار دیا جائے گا لیکن اس کے باوجود یحییٰ علیہ السلام کو ہی ایلیاہ یعنی الیاس علیہ السلام ہم کیسے کہہ سکتے ہیں اور اس کے بعد ہم جانیں گے کہ جس نبی ہونے سے بھی یحییٰ علیہ السلام نے انکار کیا وہ نبی کون سے تھے۔

اب دیکھتے ہیں کہ جب یحییٰ علیہ السلام نے خود ہی اس کی نہی کردی کہ وہ ایلیاہ یعنی الیاس علیہ السلام ہیں تو پھر اس کے باوجود

انہیں ایلیاہ کیسے کہا جاسکتا ہے جنہیں دوبارہ بھیجا جانے کا اللہ کی طرف سے وعدہ کیا گیا۔
تو اس بارے میں ہم عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے ہی الفاظ کو سامنے رکھ لیتے ہیں۔ اور اس سے پہلے قرآن کی آیت بھی گزر چکی ہے۔

(عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے) حواریوں نے پوچھا کہ شریعت کے عالم یہ کیوں کہتے ہیں کہ ایلیاہ کا (مسیح سے) پہلے آنا ضروری ہے؟ (متی انجیل، ۱۰: ۱۷)

اس سوال پر یسوع (عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) نے جواب دیا: جو ایلیاہ کے آنے کی بات کرتے ہیں صحیح ہے حقیقت یہ ہے کہ ایلیاہ آئے گا اور تمام مسائل حل کرے گا۔ (متی انجیل، ۱۱: ۱۷)

لیکن میں تم سے کہتا ہوں ایلیاہ تو آچکا ہے لیکن اسے جان نہ سکے کہ وہ کون ہے؟ اور لوگوں نے جیسا چاہا اس کیساتھ کیا اور اسی طرح ابن آدم (میں عیسیٰ ابن مریم) بھی انکے ہاتھوں تکلیف اٹھائے گا۔ (متی انجیل، ۱۲: ۱۷)

تب حواری سمجھ گئے کہ اس (مسیح عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام) نے ان سے یوحنا (یحییٰ علیہ السلام) بہتسمہ دینے والے کی بابت کہا ہے (یعنی یحییٰ علیہ السلام ہی ایلیاہ ہیں جنہوں نے دوبارہ آنا تھا)۔ (متی انجیل، ۱۳: ۱۷)

عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ بالکل واضح ہیں کہ یحییٰ علیہ السلام ہی وہ ایلیاہ یعنی الیاس علیہ السلام ہیں جنہوں نے دوبارہ آنا تھا۔ یہ تھابنی اسرائیل میں الیاس علیہ السلام کا دوبارہ بھیجا جانا۔ اور بالکل اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ بھیجے جانے کا عقیدہ اسلام میں بھی ویسی ہی جڑھ پکڑ گیا جس کا حقیقت سے دور دور تک کوئی تعلق نہیں بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے جو عقیدہ آج اپنا لیا گیا۔

جب اللہ سبحان و تعالیٰ نے وعدہ کیا تھابنی اسرائیل سے الیاس علیہ السلام کو دوبارہ بھیجنے کا تو پھر اللہ سبحان و تعالیٰ نے الیاس علیہ السلام کو ہی دوبارہ کیوں نہ بھیجا؟ ان کی جگہ یحییٰ علیہ السلام کو کیوں بھیجا؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کا قانون ہے کوئی بھی انسان جب اس کی موت ہو جاتی ہے تو وہ قیامت سے پہلے دنیا میں واپس نہیں بھیجا جائے گا بلکہ جب ایسی کوئی بات کی جاتی ہے تو اسے ایک مثال سے سمجھ لیجئے۔ کہ مثال کے طور پر آپ کے گھر میں پانی کے پائب لیک ہو گئے جس کی وجہ سے آپ کو پلمبر کی ضرورت ہے اور آپ ایک کمپنی سے رابطہ کرتے ہیں یوں کمپنی والے اسلم نامی ایک شخص کو بھیج دیتے ہیں اور وہ پائپ ٹھیک کر کے چلا جاتا ہے اور کمپنی والے کہتے ہیں کہ اگر پھر کوئی ایسا مسئلہ پیش آیا

تو ہم دوبارہ اسلم کو بھیج دیں گے۔ لیکن ضروری نہیں کہ جب مسئلہ پیش آئے تو اسلم کو ہی بھیجا جانا لازم ہے بلکہ اصل مقصد تو اس مسئلے کا حل کرنا ہے اس کا کوئی بھی نام ہو جو آئے گا وہ پلمبر ہونا چاہیے یوں اسے آپ اسلم بھی کہہ سکتے ہیں

اسے ایک دوسری مثال سے سمجھ لیجئے۔ پانچ اشخاص ہیں ان میں ایک پلمبر کا کام کرتا ہے جس کا نام اسلم ہے، دوسرا ترکھان ہے اس کا نام عمران ہے، تیسرا الوہار ہے اس کا نام صدیق ہے، چوتھا جولاہا ہے یعنی کپڑا بنتا ہے اس کا نام بشیر ہے، پانچواں راج ہے یعنی مستری ہے جو گھر تعمیر کرتا ہے اس کا نام یوسف ہے۔

اب آپ کو پلمبر کی ضرورت ہے تو آپ کمپنی کو کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ درپیش ہے اس کے حل کے لیے کسی کو بھیج دیں جو یہ مسئلہ حل کر دے۔ کمپنی والے اسلم کو بھیج دیتے ہیں اور جب وہ مسئلہ حل کر دیتا ہے تو کمپنی والے کہتے ہیں کہ پھر اگر ایسا ہوا تو ہم دوبارہ اسلم کو بھیج دیں گے۔ مطلب یہ کہ ان پانچ میں اسلم کے اندر جو صلاحیت ہے وہی اس مسئلے کو حل کر سکتا ہے اب ضروری نہیں کہ اسلم صرف ایک ہی ہے بلکہ ہر وہ شخص اسلم ہی کہلائے گا جس کے اندر وہ صلاحیت پائی جاتی ہوگی یعنی پلمبر ہوگا۔ اب جب دوبارہ مسئلہ پیش آیا تو آپ کمپنی کو کہیں گے کہ اسلم کو بھیج دیں تو ضروری نہیں کہ اب وہی پہلے والا اسلم آئے گا بلکہ اس اسلم کی وفات ہوگئی تو اس کی جگہ ایک دوسرا اسلم بھیجا جائے گا خواہ اس کا نام کوئی بھی ہو اصل مقصد یہ ہے کہ وہ وہی کام کرے گا جو کام اسلم نے کیا تھا۔

بلکل یہی مثال ہے ان شخصیات کی جن کو دوبارہ بھیجا جانے کا کہا جاتا ہے۔ جو کام الیاس علیہ السلام نے آکر کیا تھا جب دوبارہ ایسا مسئلہ پیش آئے گا تو دوبارہ الیاس علیہ السلام کو بھیجا جائے گا مطلب کہ اگر تو وہ وقت وہ ہوگا جس میں الیاس علیہ السلام کی وفات ہو چکی تھی تب ایک دوسری شخصیت بھیج جائے گی جو وہی کردار ادا کرے گی جو الیاس علیہ السلام نے ادا کیا تھا۔ بلکل اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی امت کے آخر میں جو کردار عیسیٰ علیہ السلام نے ادا کیا وہی کردار امت محمد میں اسی امت سے ایک شخص ادا کرے گا جو ابن مریم کہلائے گا۔ یعنی یہ کردار وہی شخصیت ادا کر سکتی ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام کی صفات پائی جاتی ہوں گے۔ جس کی پیدائش اسی طرز پر ہوگی جس طرف پر عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی لیکن ہرگز ایسا نہیں ہوگا کہ اس شخصیت کا باپ نہ ہوگا انسانوں سے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہونا تھی تو اس وقت پوری بنی اسرائیل میں کوئی بھی ایسا غیر محرم شخص موجود نہیں تھا جو مریم علیہ السلام کے قابل تھا۔ مریم علیہا السلام ہر لحاظ سے مکمل طیب کلمہ تھیں۔ بلکل اسی طرح امت محمد میں ابن مریم جو پیدا ہوگا اس کی ماں اور باپ دونوں اس وقت اسی حالت میں طیب ہوں گے جس حالت میں مریم علیہا السلام تھیں۔

محمد رسول اللہ ﷺ کا بائبل میں ذکر

رسول اللہ ﷺ کا بائبل کے کئی مقامات پر ذکر موجود ہے ان میں ایک مقام درج ذیل ہے جس کا ذکر ابھی پیچھے گزرا۔

یروشلم شہر کے یہودی بزرگوں نے بعض کاہنوں اور لادویوں کو یوحنا کے پاس بھیجا تا وہ اس سے (یحییٰ علیہ السلام) سے پوچھیں کہ وہ کون ہے۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۱۹)

یوحنا نے صاف صاف اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۲۰)

انہوں نے اس سے پوچھا: پھر تو کون ہے؟ تو ایلیاہ ہے؟

یوحنا نے جواب دیا میں وہ بھی نہیں۔

پھر پوچھا کیا تو وہ نبی (جس کی تمام انبیاء نے خبر دی یعنی احمد رسول اللہ ﷺ) ہے؟

اس نے جواب دیا: نہیں۔ (انجیل کتاب یوحنا، ۱:۲۱)

یہودی علماء کے سوال سے یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ بنی اسرائیل سے مجموعی تین شخصیات کا وعدہ کیا گیا ہوا تھا۔ ان میں پہلی شخصیت ایلیاہ کا آسمان سے اترنا اور ایلیاہ ہی دوسری شخصیت کی تصدیق کریں گے یعنی جو مسیح ہوگا اس مسیح کے بعد ایک آخری تیسری شخصیت جو نبی ہوگا۔ وہ تیسری شخصیت کون ہے جس نبی کا بنی اسرائیل سے وعدہ کیا گیا تو قرآن نے بالکل واضح کر دیا کہ وہ احمد تھے جن کی بشارت خود مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول علیہ السلام نے بھی دی تھی۔ اور بائبل میں یہ مقام بالکل کھلم کھلا واضح ہے کہ یہود و نصاریٰ کو بہت صراحت کیساتھ محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی بشارت دی گئی تھی لیکن انہوں نے اپنی کتابوں سے لفظ احمد حذف کر دیا لیکن اس کے باوجود ایک نبی کا ذکر مذکور ہے۔

اور پھر اس سے بھی بڑی اور ناقابل تردید بات کہ یہود و نصاریٰ کی کتب اٹھا کر دیکھیں تو ایلیاہ کے دوبارہ آنے سے لیکر قیامت تک صرف تین ہی شخصیات ہیں ان میں پہلی شخصیت دوبارہ آنے والے ایلیاہ علیہ السلام جن کے آنے کا مقصد اللہ کے کلمے کی تصدیق کرنا ہوگا یعنی وہ تصدیق کریں گے کہ کون مسیح ہے۔ اور دوسری شخصیت مسیح جس کا وعدہ کیا گیا تھا اور تیسری

شخصیت جو ایک نبی کا ذکر آیا ہے۔ جو کہ مسیح کے بعد ہوگا اور اس کے بعد اور کوئی نبی نہیں ہوگا یعنی اللہ کا آخری نبی ہوگا۔
 تو میرا تمام کے تمام یہود و نصاریٰ سے سوال ہے کہ یہ کون سا نبی ہے جس کا انتظار بنی اسرائیل کرتے رہے جو مسیح کے بعد آئے گا؟ کیا وہ ابھی تک آیا نہیں؟ یہود کے لیے تو ابھی تک نہ ہی ایلیاہ آیا اور نہ ہی مسیح تو اس لیے ان کے لیے تو اس نبی کا آنا ابھی بہت دور کی بات ہے یعنی قیامت آجائے گی لیکن وہ نبی نہیں آئے گا ان کے نزدیک۔ کیونکہ اس سے پہلے جن شخصیات نے آنا تھا وہ بھی صدیوں پہلے آ کر چلی گئیں اور یہ آج بھی ان کے انتظار میں ہیں تو اس لیے یہود پر تو قیامت تک اللہ کی لعنت ثبت ہو چکی لیکن اے نصاریٰ میرا تم سے سوال ہے کہ جب مسیح عیسیٰ ابن مریم پر ایمان لانے کے دعویدار ہو تو مسیح نے تو کہا تھا کہ جلد ہی اس کے بعد آخری نبی آئے گا تو وہ ابھی تک آیا کیوں نہیں؟ کیا مسیح نے تم سے جھوٹ کہا یا تم مسیح عیسیٰ ابن مریم کی تکذیب کر رہے ہو؟ کیا تم نے اپنے علماء، پادریوں، راہبوں کو ہی مسیح کا مقام نہیں دے لیا ہوا؟ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انہیں اللہ کا شریک بنایا ہوا ہے۔

وَلَكِنْ شَبَّهَ لَهُمْ

کی وضاحت۔

وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ ج وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شَبَّهَ لَهُمْ ط وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ ط مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ج وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ النساء ۱۵۷

اور ان کا کہنا ہے یعنی یہود کا کہ اس میں کچھ شک نہیں ہم نے قتل کر دیا مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو۔
 اور وہ اسے قتل نہیں کر سکے اور وہ اسے مصلوب نہیں کر سکے اور لیکن شبہ ہے ان کا، اور اس میں کچھ شک نہیں جنہوں نے اختلاف کیا اس میں وہ اس سے شک میں ہیں، نہیں ان کے لیے ساتھ اس کے علم سے مگر اتباع کرتے ہیں ظن کی، اور وہ نہیں اسے قتل کر پائے یقیناً۔

وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ، اور لیکن شبہ ہو گیا ان کے لیے۔

شبہ کے سے مراد یہ لیا جاتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری نے غداری کی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کو محض تیس چاندی کے سکوں کے عوض گرفتار کروانا چاہا۔ جب سپاہی آئے تو عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ نے اٹھالیا اور ان کی جگہ ان کے حواری کی شکل عیسیٰ علیہ السلام کی سی بن گئی۔ اور وہی صلیب پر چڑھایا گیا۔

یعنی شبہ کے معنی یہ لیے جاتے ہیں کہ ایک دوسرے انسان کی شکل عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں بدل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا عربی میں شبہ کے معنی یہ ہو سکتے ہیں؟ اور اگر یہ معنی ہو سکتے ہیں یا حقیقتاً ایسا ہی ہوا تو پھر اللہ سبحان و تعالیٰ کو قرآن میں ضرور اس کا ذکر کرنا چاہیے تھا اور اگر ایسے کسی واقعے کا ذکر نہیں کیا تو پھر ضرور لفظ شبہ کا استعمال قرآن کے مزید مقامات پر کیا ہوگا۔ ہم ان تمام آیات کو سامنے رکھ کر دیکھیں کہ کیا وہاں بھی شبہ کے معنی یہی لیے جاسکتے ہیں؟ اگر تو ان مقامات پر یہی معنی لیے جاسکتے ہیں تو پھر ضرور یہی معنی ہوں گے لیکن اگر اس کے برعکس معنی سامنے آئیں تو پھر جو معنی دوسرے مقامات پر ہوں وہی معنی یہاں لیے جائیں گے کیونکہ قرآن کا یہی فیصلہ اور اصول ہے۔

جیسا کہ اللہ سبحان و تعالیٰ نے درج ذیل آیات میں واضح کر دیا۔

یہاں کل مثل والی آیات -----

یعنی اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں ہر شے کی مثل ہر طرف سے بیان کر دی۔ اگر اللہ سبحان و تعالیٰ نے قرآن میں کسی ایک مقام پر کوئی لفظ ایسا استعمال کیا جس کی سمجھ نہیں آرہی تو اللہ سبحان و تعالیٰ نے کسی دوسرے مقام پر اس کی مثل ضرور بیان کر دی۔ جب ہم دوسرے مقام سے رجوع کریں گے تو وہاں اس لفظ کے معنی بالکل واضح ہو جائیں گے۔ اگر وہاں نہیں تو تیسرے مقام پر یا کسی نہ کسی مقام پر لازماً معنی واضح ہو جائیں گے۔

قرآن میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے جن مقامات پر لفظ شبہ کا استعمال کیا ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔ اور ان مقامات سے لفظ شبہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

یہاں شبہ والی آیات -----

جب ہم ان آیات سے حاصل ہونے والے معنی کو زیر بحث آیت میں استعمال کریں تو رائی برابر بھی شک نہیں رہتا کہ شبہ کے معنی بالکل یہی ہیں۔ یعنی شبہ کہتے ہیں کسی شے کی حقیقت کا علم ایسے پوشیدہ کر دینا کہ بغیر علم والا انسان اس شے کو اس کی حقیقت کے برعکس سمجھے۔

اب زیر بحث آیت میں بھی دیکھئے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ جب یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ تو آیت کے اگلے حصے میں اسی کی کھول کر

وضاحت بھی کر دیتے ہیں۔ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعِ الظَّنِّ۔ نہیں ہے ان کو ساتھ اس کے علم سے مگر اتباع کرتے ہیں ظن کی۔ یعنی اس واقعے کی اصل حقیقت کا انہیں علم ہی نہیں اور یہ جو کہہ رہے ہیں کہ ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا یہ محض ظن کی بنیاد پر کر رہے ہیں یعنی انہوں نے جو اپنی آنکھوں سے دیکھا صرف اسی کی بنیاد پر ایسا کہتے ہیں۔ کیا یہ ضروری ہے کہ جو آنکھ سے دیکھا جائے جیسے دیکھا جائے اس کی حقیقت بھی ویسی ہی ہے اور اگر ایسا ہے تو کیا تم سورج کو نہیں دیکھتے وہ تمہیں سفر کرتا نظر آتا ہے لیکن جب بات علم کی ہوگی تو حقیقت اس کے بالکل برعکس نظر آئے گی۔

اس کے باوجود اگر کوئی انسان یہ کہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے اگر شبہ کے معنی وہی لیے جائیں جو عام کیے گئے یعنی کسی شے کا دوسری کی شکل میں تبدیل ہو جانا۔ اور اس لیے یہ معنی لیے جائیں کہ اس سے جو کہانی بنتی ہے وہ کافی اچھی ہے اور قابل یقین بھی ہے۔

ایسا سوال بہت سے لوگ اٹھا سکتے ہیں اور ضرور اٹھائیں گے بھی کہ کیا قرآن نے کہیں پر منع کیا ہے کہ شبہ کے معنی یہ نہیں ہیں۔
لحاظ ہم تو یہی معنی لیں گے کہ ایک شے کا دوسری شے کی شکل میں تبدیل ہو جانا۔

تو اس کا جواب بھی بالکل واضح ہے کہ ہاں قرآن اس کی نفی کرتا ہے اور بہت صراحت کیساتھ کھول کر نفی کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم درج ذیل آیت میں دیکھ سکتے ہیں۔

مریم آیت ۱۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مریم علیہ السلام کی طرف اللہ سبحان و تعالیٰ نے اپنی روح کو بھیجا جو بالکل بشر کی صورت میں تبدیل ہو گئی۔ یعنی مریم علیہ السلام نے تو اس وقت یہی جانا کہ یہ ایک انسان ہے اور انسان سمجھ کر ہی بات کی جو ایک الگ موضوع ہے۔

اس آیت میں ہم پر بغیر کسی شک و شبہ کہ یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ کی روح جب آتی ہے تو وہ مریم علیہا السلام کے سامنے بشر بن کر آتی ہے۔ یعنی ایک شے کو دوسری شے میں تبدیل ہوئی تو اگر یہاں اس آیت میں لفظ شبہ استعمال ہوا ہے تو پرہم زیر بحث آیت میں یہی معنی لیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر جو لفظ یہاں استعمال کیا اللہ سبحان و تعالیٰ نے اس لفظ کا استعمال ہی بالکل کھول کر اس کی نفی کر دیتا ہے کہ شبہ کہ معنی یہ ہیں۔ اور اس آیت میں اللہ سبحان و تعالیٰ نے لفظ مثل کا استعمال کیا۔ اس لفظ کا استعمال قرآن میں یہ اللہ کا قانون وضع کر دیتا ہے کہ جہاں بھی کسی شے کا دوسری شے کی شکل و صورت میں تبدیل ہونا مراد ہوگا وہاں صرف اور صرف لفظ مثل ہی استعمال ہوگا۔